لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ۷۰

کلکتہ: چہار شنبہ ۱۹ رمضان ۱۳۳۲ ہجری
Calcutta : Wednesday August, 12. 1914.

جلد ۵

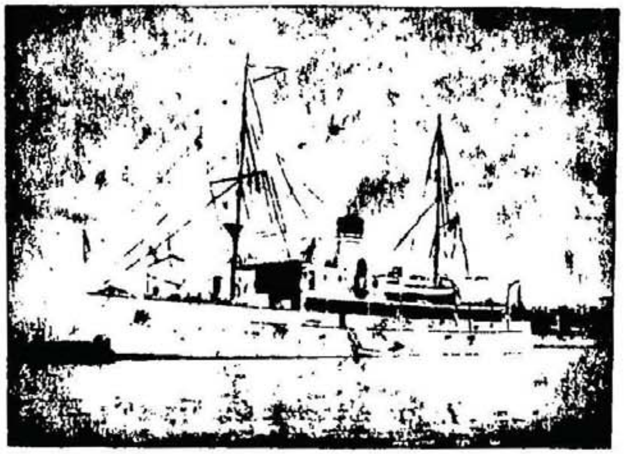

دولۂ عثمانیہ کا جنگی جہاز
" ملت "

قیمت فی پرچہ ۔۔۔ چار آنہ

Tel. Address :—"Alhilal," Calcutta
Telephone No. 648.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor :
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

مقصد وحید
الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
۱۴ — میکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلیفون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی — ۶ — ۱۲ — آنہ

نمبر ۷

کلکتہ : چہار شنبہ ۱۹ - رمضان ۱۳۳۲ ہجری
Calcutta : Wednesday, Augst, 12 1914.

جلد ۵

اعتذار

(۱) یورپ کی منتظر و موعود جنگ شروع ہوگئی - اسکے متعلق بحث و مذاکرہ اور اعتبار و بصائر کے بکثرت اطراف و مواضیع ہیں' جنپر مسلسل لکھنا چاہیے' مگر مجھے ابتک بہ تفصیل لکھنے کی مہلت نہ ملی - ضروری حالات و اخبار درج کردیے گئے ہیں تاکہ قارئین کرام کی معلومات کے تسلسل میں انقطاع نہو - آیندہ مقالات افتتاحیہ اسی موضوع پر شایع ہونگے - احباب منتظر رہیں -

(۲) الہلال اردو پریس میں پہلا رسالہ ہے جو ہفتہ وار رسالے کا صحیح نمونہ پیش کرنا چاہتا ہے - ایک ایسے جرنل کے فرائض متعلقہ میں یہ داخل نہیں کہ وہ جنگ وغیرہ کے موقعہ پر تمام خبروں کو اکٹھا کرتا رہے -

یہ کام روزانہ اخبارونکا ہے اور اسی لیے ایک روزانہ ضمیمہ شائع کردیا گیا ہے - ہفتہ وار رسالے کا کام زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ہفتے بھر کے حوادث و سوانح پر ایک جامع نظر ڈالکے اسکا خلاصہ پیش کردے -

چنانچہ اس لحاظ سے الہلال کی نسبت ہم جنگ بلقان کے زمانے کو یاد دلاتے ہیں' اور موجودہ جنگ کے متعلق بھی اطمینان دلاتے ہیں کہ جیسی معلومات' جیسے مفید اور بلند مباحث' جیسی دقیق اور پر از نتائج نظر و نقد' اور جیسی دلچسپ تصاویریں اور مناظر الہلال فراہم کریگا' انشاء اللہ تعالی وہ اسکے معیار و درجہ سے کمتر نہیں بلکہ بلند تر ہی ہونگے

تذکار ماہ مقدس !

(۱) ہمنے گذشتہ اشاعت میں وعدہ کیا تھا کہ آیندہ اشاعت میں ماہ رمضان المبارک کے متعلق غیر معمولی تعداد میں مضامین مرتب کرنے کی کوشش کرینگے - چنانچہ اس نمبر میں اکثر ابواب اسی کے مذاکرات و مباحث پر مشتمل ہیں -

(۲) ان مضامین کی کثرت کی وجہ سے تصاویر کی گنجایش نہ نکل سکی - پچھلی چند اشاعتیں بھی تصاویر کے اعتبار سے قلیل البضاعۃ تھیں - ہمیں اسکا خیال ہے - آیندہ اشاعت میں ان سب کی تلافی کردی جائیگی' اور اسکا تقریبا ہر باب مصور ہوگا - مزید براں بیس پچیس تصویریں ترتیب دی جارہی ہیں اور بعض مرقع علحدہ بطور ضمیمہ کے آرٹ پیپر پر چھپ رہے ہیں علی الخصوص جنگ یورپ کے متعلق -

(۳) مگر احباب کرام کو بھی توجہ کرنی چاہیے کہ قیمت کے اضافہ کے بعد بقیہ روپیہ کا بھیجدینا ہم نے انکے ذمے چھوڑ دیا ہے - اپنے طرف سے سعی نہیں کی - پس جن حضرات نے ابتک توجہ نہ کی ہو وہ توجہ فرمائیں - دفتر الہلال روپیہ پیسے کیلیے بار بار اصرار کرنے کا عادی نہیں ہے -

روزانہ ضمیمہ

—: * —

مقامی پبلک کے اصرار سے مجبور ہوکر دفتر الہلال نے ایک روزانہ ضمیمہ شایع کرنا شروع کردیا ہے - محض روزانہ تار برقیوں کا ترجمہ عین وقت پر شایع کرنا مقصود تھا لیکن ضمناً جنگ کے متعلق ضروری مباحث و مضامین بھی درج کیے جاتے ہیں :

(۱) رائل سائز کے چار صفحوں پر شائع ہوتا ہے - فی صفحہ چار کالم -

(۳) کلکتہ سے لیکر بنارس تک کیلیے یہ ضمیمہ یکساں مفید ہے۔

(۴) صوبہ بہار کے تمام شہروں نیز مظفر پور' مرزا پور' اور بنارس وغیرہ کیلیے ایجنٹوں کی ضرورت ہے جو معقول تعداد میں فروخت کریں - معقول کمیشن قرار دیا گیا ہے -

عید کارڈ

اعلی اور عمدہ سے عمدہ عید کارڈ کی ضرورت ہو تو آپ فوراً جنرل نیوز پیپر ایجنسی بلیماران دہلی - کو اطلاع دیں

ظهر الفساد في البر و البحر بما كسبت ايدي الناس !

هفتہ جنگ

خون اور گوشت کا کھیل جو دنیا کی شریر روحوں اور خباثت و درندگی کی پیدا کی ہوئی قوتوں کے درمیان شروع ہوا ' پوری سرعت اور تیزی کے ساتھہ جاری ہے - خون کی پیاس جو سرخ سمندروں کی تلاش میں بھڑکی ' اور ہلاکت کی بھوک جو انسانی لاشوں کی ڈھونڈھہ میں نمودار ہوئی ' اپنی تلاش میں سرگرم اور اپنی جستجو میں بدستور غرق ہے - آگ کے شعلے سمندروں کے اوپر تنور کی چھت کی مانند دکھائی دے رہے ہیں ' اور لہو کی بدلیوں سے زمین کی فضا چھپ گئی ہے - یہ سب کچھہ ہوا اور ہو رہا ہے ' اور بجلی کی چمک کی طرح اس آتشیں اور خونیں تماشے کے پردے بدلے جا رہے ہیں - تاہم اب تک خونریزی کا حلق تشنہ اور بربادی اور موت کا معدہ خالی ہے - یہ شعلے چولہے کی ابتدائی حرارت کی چنگاریاں ہیں ' اور یہ طوفانوں اور موجوں کا نمود آنے والے وقت کیلیے مثل چھوٹی چھوٹی لہروں کے ہے جو اپنے عقب کے شور و شر کا پیغام لاتے ہیں - پس زمین پر افسوس اور اسکے بسنے والوں پر ماتم ' کیونکہ شیطان آ گیا ' اور خدا کی رحمت اور انسان کی محبت کا دور ختم ہوا - اب تمدن کی تعمیر اور علم و تہذیب کی آبادی کی جگہ ہلاکتوں کے احاطہ اور بربادیوں کے تسلط کا قصہ ہم سنائیں گے - آج اس داستان وحشت کا پہلا ہفتہ ہے -

(جنگ کا پہلا ہفتہ)

آغاز جنگ پر ایک ہفتہ سے زیادہ وقت گذر گیا مگر ہنوز وہ اپنی پہلی منزل سے آگے نہیں بڑھی - اسوقت تک کوئی لڑائی ایسی نہیں ہوئی ہے جسکو صحیح معنوں میں اس خونخواری کی سب سے بڑی ٹکر کا " معرکہ " کہا جاسکے -

(بلجیم کا ثبات)

جنگ کی یہ سست رفتاری بظاہر اسلیے ہے کہ بعض امور بالکل خلاف توقع و قیاس پیش آگئے - بلجیم نے ان سرحدوں کے استحکام و تحصین کی طرف بہت کم توجہ کی تھی جو جرمنی کی سرحدوں سے ملحق ہیں - اسلیے خیال کیا گیا تھا کہ اپنی کمزوری سے مجبور ہو کر وہ جرمن فوج کو راستہ دیدیگا ' اور اگر اس نے روکا تو جرمنی کا محض ایک ابتدائی حملہ اسکی راہ صاف کردیگا -

مگر دونوں خیال غلط نکلے - نہ تو بلجیم نے جرمن فوج کو گزرنے دیا ' اور نہ وہ جرمن فوج کی سخت کوشش کے باوجود اب تک مغلوب ہوا ہے - جرمنی کی پیشقدمی لیج تک آ کے رک گئی ہے جو بلجیم کا سب سے بڑا مستحکم اور قلعہ بند دروازہ ہے

آخرین خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی کی فوج لیج کے اندر داخل ہوگئی لیکن قلعے اسوقت تک غیر مسخر ہیں - جرمنی نے دھمکی دی ہے کہ اگر قلعہ بند فوج نے اپنے آپ کو حوالے نہ کیا تو شہر جلا کر خاک سیاہ کردیا جائیگا - لیکن اسکا جواب یہ ملا کہ مزید بلجین فوج لیج کی طرف پیشقدمی کر رہی ہے -

(اطالیا کا تخلف عہد)

ادھر تو بلجیم نے خلاف امید استقامت دکھائی - ادھر اطالیا نے باوجود ایک بار اعانت کا علانیہ وعدہ کرلینے کے عہد و ناطرفداری کا اعلان کردیا ' اور آسٹریا اور جرمنی کی شرکت پر آمادہ نہ ہوئی - مسیحی مذہب میں ممکن ہے کہ حفظ مواثیق اور وفاے عہد کی اخلاقی عزت تسلیم کی گئی ہو ' لیکن مسیحی اقوام میں تو من حیث القوم نقض عہد سے زیادہ کوئی شے آسان نہیں - انکے عہد و میثاق تار عنکبوت ہیں جنمیں اپنے کمزور حریف کو تو گرفتار کر لیا جاتا ہے ' پر خود کبھی نہیں گرفتار ہوتے -

اسلیے جو دنیا یہ دیکھہ چکی ہے کہ علم و تمدن کی چھہ علم بردار سلطنتوں نے دولۃ عثمانیہ کے بقاے وقوا حکومت کا وعدہ کیا تھا مگر بزرگ ترین مسیحی حواری سینٹ پیٹر کی طرح " تین بار مرغ کی بانگ دینے سے پہلے " اس سے معاہدہ توڑ لیا تھا - اسکے لیے یہ بات ذرا بھی تعجب انگیز نہوگی کہ انہی چھہ سلطنتوں میں سے ایک سلطنت نے پھر اسی فعل کا تنہا اعادہ کیا ہے جسکو وہ سب کی معیت میں کرچکی تھی - اور باوجود باہمی مفاہمت میں شریک ہونے کے اپنے ساتھیوں کی اعانت سے انکار کردیا ہے !

تاہم یہ خلش ضرور پیدا ہوتی ہے کہ اطالیا نے ایسا کیوں کیا ؟

بہت کم نظریں اسکی تہہ تک پہنچی ہونگی ' مگر آؤ ہم اس عقدہ کو حل کریں !

انگلستان کی پالیسی یہ ہے کہ اس نے اپنے تمام حریفوں میں سے مقابلہ کے لیے صرف جرمنی کو انتخاب کیا ہے اور بقیہ کے ساتھہ مقابلہ کے بدلے مصالحۃ کرتا رہا ہے - اس نے اپنے حریفوں کے منہہ خوان یغما (عالم اسلامی) کے لقموں سے بند کردیے - مراکش فرانس کو دیدیا اور اسکے مقابلہ میں مصر کا میدان اپنے لیے صاف کیا - ایران کو روس کے پیروں تلے ڈالدیا تاکہ وہ اسے روندے ' اور اسکے خون سے اپنے ہوس و استعمار کی پیاس بجھائے -

اطالیا اگرچہ اسکی حریف نہ تھی مگر اسکے حریف (جرمنی) کی حلیف ضرور تھی - انگلستان نے چاہا کہ اسے بھی اپنے ساتھہ ملا لے اور اتحاد ثلاثہ کے مقابلے میں مفاہمت کی قوت کو اختلاف و تفرقہ ڈالکر ضعیف کر ڈالے - اسلیے وہ الحاق طرابلس میں اسکا دست و بازو بنگیا ' اور اس قزاقانہ دستبرد میں معاون ہوا جو تاریخ انسانیت میں ہمیشہ موجودہ عہد کی سب سے بڑی قومی بد اخلاقی تسلیم کی جائیگی -

مصر اگرچہ دولۃ عثمانیہ کا ایک جزء تھا مگر اسے ناطرفدار قرار دیکے عثمانی فوج کو طرابلس جانے سے روکدیا گیا - پھر جب یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی تو جنگ بلقان شروع کرائی گئی اور کامل یاشا کے ذریعہ طرابلس کی دستبرداری خود عثمانی دلوا دی - اسکے بعد جب اطالیا نے الحاق طرابلس کا اعلان کیا تو سب سے پہلے انگلستان ہی نے لبیک کہا اور اسے باقاعدہ تسلیم کرلیا ! اگر انگلستان ایسا نہ کرتا تو اتنی جلدی وہ کامیاب نہوتا -

پس اطالیا کی موجودہ ناطرفداری ان گراں بہا احسانات کا احسانمندانہ معاوضہ ہے ' اور ایسا ہونا ناگزیر تھا - جس انگلستان نے اسکی خاطر تاریخ عالم کی ایک یادگار قزاقی کو جائز رکھا ' جس انگلستان نے اسکی خاطر دولۃ عثمانیہ کی نئی دستوری قوت کو عین تولد و نشاۃ کے عہد میں پامال کردیا ' جس انگلستان نے اسکے لیے مصر کا راستہ مسدود کرنے میں کچھہ پروا نہ کی کہ وہ ابتک قانوناً عثمانی ملک اور ایک ترکی مقبوضہ ہے ' اور پھر جس انگلستان نے جنگ بلقان کی فرصت دلا کر اسے سخت مایوسی اور حرمان کے عالم میں طرابلس دلادیا ! یہ کیسے ممکن تھا کہ اسکے مقابلہ میں خود حصہ لے ' یا جرمنی کی حمایت میں اسکے ساتھہ وہ حریفانہ بڑھتی ' اور اسقدر جلد ایک دوست کے حق سے ... خداوند سے بغاوت کرتی ؟

اطالیا کی ناطرفداری نے بحری جنگ کا نقشہ بدلدیا - اطالیا بحر ایڈریاٹک کی طرح بحر ابیض (میڈیٹیرینین) کی بھی طاقت بنگئی ہے - پس وہ ناطرفدار ہوجاتی تو بحر شمالی کی

طرح بحر ابیض میں بھی جنگ شروع ہو جاتی' اور اسطرح برطانی بیڑہ کی طاقت کو دو ٹکڑوں میں بٹ جانا پڑتا -

لیکن اب بحر ابیض پر سکون رھیگا اور بحر شمالی میں فرانسیسی اور برطانی' دونوں بیڑے جرمن بیڑے کے مقابلے میں صف آرا ھونگے -

آسٹریا اور جرمنی دونوں مشترکہ طور پر جنگ میں شرکت کے لیے اطالیا پر دباؤ ڈال رہے ھیں لیکن ابھی تک اسکی طرف سے ناطرفداری ھی پر اصرار ہے -

(اولوالعزم جرمنی)

جرمنی کی انجام اندیشی کی خواہ داد نہ دیجاے' مگر اسکی اسکندرانہ حوصلہ مندی اور اولو العزمانہ نپولین فرمائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے - ایک طرف تو وہ بلجیم کو تاراج کررھی ہے' دوسری طرف فرانس سے معرکہ آرا ہے' تیسری طرف مشرقی یورپ کے عفریت (روس) سے پنجہ آزما ہے' چوتھی طرف سب سے بڑی طاقت یعنی انگریزی بیڑے پر بے باکانہ حملہ آور ہے - پھر لطف یہ کہ ھر جگہ فاتحوں اور حاکموں کی طرح ھجوم و اقدام ہے' نہ کہ دفاع و جواب ! !

حقیقت یہ ہے کہ خواہ نتیجہ کچھہ ھی نکلے' لیکن تاریخ قرون جدیدہ میں اولوالعزم اور فرزانہ ھمت جرمنی کی بے جگری ھمیشہ عظمت و شرف اور تکریم و احترام کے ساتھہ یاد کی جائیگی - اس نے اس تاریخی صداقت کو پھر زندہ کردیا کہ اصلی طاقت دل و دماغ کی طاقت ہے' اور اصلی قوت جذبات و حسیات کی ہے - آھن پوش جہازوں سے بڑھکر ھمت کو قوی ھونا چاھیے - اور قیمتی توپوں کی کثرت کی جگہ عزم و ارادے کی فضاء میں وسعت درکار ہے !

(بحر شمالی کا معرکہ زار)

بحر شمالی میں جسقدر مناوشات ھوے ھیں' انمیں ابتک دونوں فریق برابر رہے - اگر جرمنی کا جہاز کوایننجن غرق ھوگیا ہے تو انگلستان کا ایمفن بھی ڈوبا ہے - کوایننجن کے علاوہ جرمنی کے دو کروزر اور ایک زیر آب کے غرق ھونے کی بھی اطلاع دی گئی ہے - لیکن جس زمانہ میں " ۱۹ جہازوں کی گرفتاری" اور جرمن بیڑے کے فرار ھونے کی بے بنیاد خبریں شائع ھورھی ھوں اس زمانے میں ان غیر سرکاری تاروں کا کون اعتبار کرسکتا ہے ؟ لیکن اگر یہ تسلیم کرلیا جاے کہ جرمنی کے دو کروزر اور زیر آب غرق ھوگئے - تب بھی جرمنی کی بلند ھمتی کی داد دینا پڑیگی - کیونکہ بااین ھمہ اس نے پھر ۹ ماہ حال کو برطانی اسکوئڈرن پر حملہ کردیا ہے - اگرچہ کہا گیا ہے کہ یہ حملہ ناکام رھا اور خود جرمنی کی ایک زیر آب کشتی غرق ھوگئی -

(جرمنی اور فرانس)

اس ھفتہ جرمنی اور فرانس میں بحری اور بری' دونوں قسم کی جنگیں ھوئیں - ریوٹر کے تمام تاروں کا خلاصہ یہ نظر آتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے دونوں قسم کی جنگوں میں جرمنی ھی کو شکست ھوئی' مگر اصلیت یہ ہے کہ ھندوستان میں بیٹھکر فتح و شکست کی صحیح خبروں کا معلوم کرنا اب تقریباً محال ھوگیا ہے - کیونکہ کوئی خبر بغیر سرکاری نگرانی کے نہیں آ سکتی - حتی کہ اسٹیسمین وغیرہ کی پچھلی خاص ڈاک بھی بمبئی میں روک لی گئی کہ کہیں حکومت کے عظمت خلاف کوئی خبر اسمیں نہ دیدی گئی ھو -

بحری جنگ کے متعلق ریوٹر الجزائر سے تار دیتا ہے کہ فرانسیسی بیڑے نے پینتھر نامی جرمن کروزر کو غرق کر دیا - ڈیلی کرانکل نے جوش مسرت میں اپنے نامہ نگار پیرس کی روایت پر اتنا اضافہ اور کر دیا ہے کہ "کوبن" اور "پریسلا" نامی جرمن جہازونکو فرانس نے گرفتار کر لیا ہے - لیکن تھوڑے ھی دیر کے بعد اسکی تغلیط کرنی پڑی' کیونکہ یہ دونوں جہاز اسوقت تک اپنے اصلی مالک کے قبضہ میں بدستور مصروف جنگ و پیکار ھیں !

سنہ ۷۰ کی جنگ میں قبضہ کرلیا تھا' لیکن اعلان کیا گیا ہے کہ فرانسیسی پیشقدمیاں اس طرف کامیاب ھوئیں' اور جرمنی کے استحکام سے پہلے فرانس کو بڑھنے کا موقعہ ملگیا -

لورین میں فرانسیسی فوج نے "دل" اور "موانیوک" پر قبضہ کرلیا ہے - الثکریچ میں بھی وہ داخل ھوگیا - فرانس نے الثکریچ میں فرانسیسی فوج کی "حیرت انگیز ھمت مردانہ" کی خود ستایانہ داد دی ہے -

(روس و جرمنی)

روس اور جرمن فوجیں بھی اس ھفتہ باھم معرکہ آرا رھیں - سینٹ پیٹرسبرگ کے ایک مبہم و مجہول تار سے معلوم ھوتا ہے کہ روس اور جرمنی کا کسی خاص مقام پر باھم مقابلہ ھوا مگر جرمن فوج کو شکست ھوئی' اور وہ بہت سے گاوں جلا کے پیچھے ھٹگئی ہے -

لیکن لندن سے ۷ - اگست کا چلا ھوا ایک تار مظہر ہے کہ روس کے نقصانات بہت شدید ھیں' اور جرمنی کی سوار فوج نے وربیلن کے قریب مقام کبرلی پر حملہ کر دیا ہے -

(آسٹریا اور روس)

آسٹریا نے سرویا پر حملہ موقوف کرکے اپنی تمام قوت کا رخ روس کی طرف پھیر دیا تھا' مگر سرویا اور جبل اسود (مانٹی نیگرو) کے اتحاد نے پھر اسطرف متوجہ کردیا ہے - آخرین خبروں سے معلوم ھوتا ہے کہ سروی فوج اسوقت وسی گرد اور سنجک کولی بازار پر قابض ھوگئی ہے -

علی ھذا جبل اسود کی فوج نے بحر ایڈریاٹک کے ایک ساحلی شہر اسپیزا نامی اور اسکے قرب و جوار کے اور دو شہروں پر بھی قبضہ کرلیا ہے - ادھر آسٹریا نے بھی کئی بار دریاے ڈینیوب کو عبور کرنے کی کوشش کی' اور گو اسمیں کامیابی نہ ھوئی مگر جبل اسود کے بندرگاہ اینٹی وری پر گولہ باری شروع کردی ہے' جس کا آغاز جنگ میں اس نے محاصرہ کرلیا تھا -

روس اور آسٹریا کے متعلق سب سے آخرین اور سب سے زیادہ قابل ذکر خبر یہ ہے کہ روسی فوج راسی اسنائر کی راہ سے آسٹریا کی قلمرو میں داخل ھوگئی ہے -

(تغیرات تازہ)

۱۱ - اگست کے تاروں سے معلوم ھوتا ہے کہ جنگ کے موجودہ نقشہ میں عنقریب ایک خاص تغیر ھونے والا ہے - سرویا نے جرمنی کے مقابلہ میں بھی اعلان جنگ کردیا ہے - آسٹریا فرانسیسی سرحد پر نہایت سرعت کے ساتھہ فوجی تیاریاں کررھا ہے - جاپانی بیڑا بھی امیر البحر ڈیدا کے زیر کمان دریا میں آ گیا ہے اور عجب نہیں کہ اتحاد کی طرف سے جرمنی اور آسٹریا کے جہازوں پر حملہ آور ھو یا اس وقت جنگ میں حصہ لے' جب بحر ھند یا بحر ابیض پر حملہ کیا جاے -

آسٹریا اور انگلستان کے تعلقات ھنوز منقطع نہیں ھوے ھیں - لیکن اگر منقطع ھوگئے اور اطالیا کو بھی جرمنی کے انذار و تہدید یا قوم کے اصرار و ضد سے میدان جنگ میں اترنا پڑا' تو جنگ کا نقشہ اس نقشہ سے بالکل مختلف ھوجائیگا جو تمام دنیا بلکہ خود جرمنی اور آسٹریا جنگ سے پہلے اور اغاز جنگ کے وقت سمجھتی تھی -

(شعاع امید)

موجودہ دولۂ علمانیہ کی حکومت جس حسن تدبیر اور سیاست و حکمت جنگی کا نمونہ ابتدا سے پیش کررھی ہے' وہ تاریخ میں ھمیشہ یادگار رھیگا -

دول عظمی کی طرف سے باھمی اعلان جنگ ھوتے ھی دولۂ علیہ کے آلات عمل میں ایک نئی حرکت شروع ھوگئی تھی اور تمام یوروپین سرحدوں پر جنگی طیاریوں کا حکم دیدیا گیا تھا - اب ۱۱ - اگست کے ایک تار سے معلوم ھوتا ہے کہ ترک طیاریوں سے گذر کر اقدام و عمل کے میدان میں پہنچ گئے ھیں یعنے دیدی اغاچ کے

الهلال

۱۹ - رمضان ۱۳۳۲ هجري

ماه مقـــدس

اور جمـــاعـة هـــاے ثـــلاثـه

قران کریم نے اعتقاد و اعمال اور تعلق الهي کے لحاظ سے انسانوں کو تین جماعتوں میں تقسیم کردیا ہے :

فمنهم ظالـــم لنفسه ' و منهم مقتصد و منهم سابق بالخیرات باذن الله - ذالک هوالفضل الکبیر (۳۵ : ۳۲)

پس اُن میں سے ایک گروہ تو احکام الهي سے سرتابي کرکے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے - ایک گروہ درمیاني حالت میں ہے ' اور ایک ایسا بھی ہے که خدا کے حکم سے نیکیوں کے کرنے میں آگے بڑھا ہوا ہے -

سو یه آخري حالت خدا کا بہت هي بڑا فضل ہے جو وہ اپنے بندوں پر کرتا ہے !

فی الحقیقت انسان کے اعمال و اخلاق کي یه ایک ایسي جامع اور قدرتي تقسیم ہے ' جسکي صداقت هر حیثیت اور هر پہلو سے دیکھي جاسکتي ہے ' اور نیکي کے کار و بار کا کوئي میدان ایسا نہیں ہے جہاں یه تین گروہ نظر نه آتے هوں - ماہ رمضان المبارک کے احترام و تعظیم اور حکم صیام کي تعمیل کے لحاظ سے بھي غور کرو تو آج هم میں یه تینوں گروہ موجود هیں - ایک گروہ تارکین صیام کا ہے جو روزہ رکھتا هي نہیں - دوسرا صائمین کا ہے جو روزہ تو رکھتا ہے پر افسوس که اسکي حقیقت اپنے اوپر طاري نہیں کرتا - تیسرا گروہ اُن مومنین صالحین کا ہے ' جنھوں نے روزہ کي اصلی حقیقت کو سمجھا ہے ' اور وہ احتساب اور تقوی کے ساتھ ماہ مقدس بسر کرتا ہے - و هم قلیل : فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد ' و منهم سابق بالخیرات باذن الله -

میں آج ان جماعتوں کے متعلق چند کلمات کہنا چاهتا هوں -

(تارکین احکام و طاعات)

ان میں سب سے پہلا گروہ " ظالم لنفسه " کا ہے - یه اپنے نفس کیلیے اسلیے ظالم هیں که انهوں نے خدا کو اور اسکے ذکر کو بھلانا چاها - نتیجه یه نکلا که خود اپنے نفس هي کو بھول گئے :

الذین نسو الله فانسا هم انفسهـــم - اولئـــك هـــم الخـــاســـرون (۵۹ : ۱۹)

وہ لوگ که انهوں نے الله کو بھلا دیا - نتیجه یه نکلا که اپنے نفس هي کي طرف سے غافل هوگئے - یہي لوگ هیں که دونوں جہان کے گھاٹے ٹوٹے میں هیں -

یه " ظالم لنفسه " اسلیے هیں که انهوں نے عدالة حقه کا راسته چھوڑکر اسراف و تبذر کا راسته اختیار کیا - ظلم کہتے هیں زیادتي کو ' اور عدالة حقه صرف اسي راہ میں ہے جسے صراط مستقیم ' میزان الموازین ' اور قسطاس مستقیم کہا گیا ہے - یہي وجه ہے که فرمایا :

الـــذین اســـرفوا علی انفسهـــم (۳۹ : ۵۴)

وہ لوگ که جنھوں نے اپنے نفسوں پر زیادتي کي -

هواے نفس کي لذتوں نے انهیں پاگل کردیا ہے : کما یتخبطه الشیطان من المس انکي زندگي کي غایت صرف غذا اور روٹي ہے - خدا نے انهیں انسان بنایا تھا تاکه وہ قواے انسانیة اعلی سے کام لیں پر وہ مثل چارپایوں کے بنگئے جو صرف اپنا چارا ڈھونڈھتا ہے ' اور صرف اپني غذا کیلیے دن بھر دوڑتا اور لڑتا رهتا ہے :

اولائـــك کالانعام بـــل هم اضـــل اولئك هـــم الغافلون ! (۸ : ۱۷۸)

یه لوگ مثل چارپایوں کے هیں بلکه ان سے بھي بدتر اور یہي هیں که غفلت میں پڑگئے هیں !

سو ان لوگوں کا حال یه ہے که خدا کي حکومت سے باغي هیں ' اسکے قوانین سے انهوں نے علانیه سرکشي کي ' اسکے پاک حدود و مواثیق کو انهوں نے یکسر توڑڈالا - وہ انسانوں کے آگے جھکتے هیں ' مگر فاطر الارض والسماوات کے آگے جھکنے سے انهیں شرم آتي ہے - وہ دنیاوي حاکموں سے ڈرتے هیں پر احکم الحاکمین کا انکے دلوں میں خوف نہیں - انساني بادشاهت کا اگر ایک چھوٹا سے چھوٹا قانون بھي هو تو اس سے سرتابي کرنے کي انهیں همت نہیں پڑتي کیونکه انکو یقین ہے که اگر وہ ایسا کرینگے تو عدالت سزا دیگي اور حاکم وقت باز پرس کریگا - پر شہنشاہ ارض و سما کے بڑے سے بڑے قانون کو بھي ٹھکرادینے اور ذلیل و حقیر کرنے سے وہ نہیں ڈرتے - کیونکه خدا پر انهیں یقین نہیں رها اور اسکی سزاؤں کو وہ نہیں مانتے - وہ اپني نفساني خواهشوں کے پورا کرنے کا اختیار اگر کسي انسان کے هاتھه میں دیکھتے هیں ' تو کتے کي طرح اسکے پاؤں پر لوٹتے هیں ' گدھے کي طرح اسکا مرکب بن جاتے هیں ' اور غلاموں اور چاکروں کي طرح اسکے آگے هاتھه باندھکر کھڑے رهتے هیں ' تاکه وہ انهیں کچھه عرصے کیلیے روٹي دے یا تانبے اور چاندي کے چند سکے حوالے کردے ' پر وہ جسنے انهیں پیدا کیا ' جسکي ربوبیت انکے جسم کے ایک ایک ذرے اور خون کے ایک ایک قطرہ کو پالتي اور هلاکت سے بچاتي ہے ' جو انکي فریادوں کو درد اور دکھه کے وقت سنتا ' اور جب وہ هر طرف سے مایوس هوجاتے هیں تو انهیں امید اور مراد بخشتا ہے ' سو اس رب الارباب کیلیے ان مغروروں کے پاس عاجزي کا ایک سجدہ ' بندگي کي ایک پیشاني ' بیقراري معصیت کي ایک پکار ' تقوی اور احتساب کا ایک روزہ ' اور خلوص و صداقت کے ساتھه انفاق في سبیل الله کا ایک کھوٹا پیسه بھي نہیں ہے !

فویل للقاسیـة قلوبهم عن ذکر الله اولائـك في ضـــلال بعیـــد ! (۳۷ : ۶۲)

پس صد افسوس اور صد حسرت ان دلوں پر جو ذکر الهي کے طرف سے بالکل سخت هوگئے هیں ' اور یہي لوگ هیں که جو بڑے هي پلے سرے کي گمراهي میں مبتلا هیں ! !

(ایمان بالله)

انسان کے تمام کاموں کي جڑ یقین کا رسوخ اور اعتماد کا استحکام ہے - اسي کو شریعت " ایمان " کے لفظ سے تعبیر کرتي ہے - لیکن انکے دل میں ایمان کا درخت مرجھا گیا ہے ' اسلیے اعمال صالحه کے پھل نہیں لگتے - خدا کا تصور یا تو محبت کي شکل میں انسان کو اپني طرف کھینچتا ہے یا خوف کي عظمت و هیبت دکھلا کر اپنے آگے جھکاتا ہے - اسکے دیکھنے والوں نے همیشه انهي دو نقابوں میں سے اسے دیکھا ہے - پر نه تو انکے دلوں میں محبت ہے که اپنے محبوب کیلیے دکھه اٹھائیں ' اور نه خوف ہے که ڈر کر اور هیبت

میں آکر اسکے آگے جھک جائیں - خدا کے رشتے کي کوئي زنجیر انکے پاؤں میں نہیں رهي ' کیونکہ نفس و شیطان کي غلامی کے طوق انکي گلوں میں پڑگئے ہے :

انا جعلنا في اعناقهم اغلالاً فهي الي الاذقـــان فهـم مقمحون (۳۸ : ۸)	ہم نے گمراهی اور شیطان کی غلامی کے طوق انکي گردنوں میں ڈالدیے جو انکے ٹھڈیوں تـک آگئے هیں اور انکے سر پھنس کے رهگئے هیں ؟

پس انکي فطرت کو عبودیۃ الہي سے کچھه اسطرح کی اجنبیت هوگئي ہے کہ اگر ایک لمحہ اور ایک دقیقہ بھی اسکي عبادت و ذکر میں بسر کرنے کے لیے کہا جاتا ہے ' تو انهیں ایسا معلوم هوتا ہے ' گویا کسي بڑي هي سخت مصیبت اور بڑے هي جانکاہ عذاب میں پڑگئے هیں - حالانکہ اصلی عذاب کي انهیں خبر نہیں جسمیں واقعي پڑنے والے هیں اور جو واقعي سخت و جانکاہ ہے :

قـل افا نبئکم بشر من ذلکم ؟ النـــار ' وعدها اللہ الـــذین کفروا ' و بئـــس المصیـــر ! (۲۲ : ۷۰)	اے پیغمبر انسے کہدے کہ تمہیں ذکر الہي سے بڑي هي تکلیف هوتي ہے لیکن اس سے بھي بڑھکر ایک مصیبت کي تمہیں خبر دوں جو آنے والي ہے ؟ آتش دوزخ ! جسکا خدا نے منکروں سے وعدہ کیا ہے اور جو بڑاهي برا ٹھکانا ہے !

انکي فطرۃ پر شدت عصیان اور استغراق ضلالت و فساد سے ایک ایسي تاریکي چھا گئي ہے جو نور ایمان سے بکلي مغائر ہے اور اسکے ساتھه عبودیۃ الہی کا نور جمع نہیں هوسکتا - پس نماز سے بھي اسے انکار ہے اور روزہ کي بھي اسے توفیق نہیں - شریعت کے تمـام حکموں کو اس نے چھوڑ دیا ہے اور اسکي زنـدگي یکسر ابلیسي هوگئي ہے جسمیں خـدا پرستي کیلیے چنـد گھڑیاں اور چند منٹ بھی نہیں هیں :

اولائک الذین طبع اللہ علی قلوبهم و سمعهم و ابصارهم' و اولائـک هم الغافلون (۱۲ : ۱۰۹)	یہ وہ لوگ هیں کہ خدا نے انکے دلوں' انکے کانوں' اور آنکھوں پر مہر لگادي ہے اور یہ وہ هیں کہ غفلت میں گم هوگئے هیں !

(امراء فساق و روساء فجار)

پس رمضان المبارک میں ایک گروہ تو تارکین صیام کا ہے جنکے لیے ماہ مقدس کي برکتوں میں کوئی حصہ نہیں رکھا گیا ' اور جن کي نفس پرستي پر روزہ رکھنا ' بہت هي شاق گذرتا ہے - ان میں ایک جماعت امرا و روساء کي ہے جو فسق و فجور کي تاریکي میں ایسے ڈوبے گئے هیں کہ تقوی اور احتساب کی ایک هلکي سي شعاع بھي انکے سیاہ خانۂ عمل پر نہیں پڑتي ' اور استغراق لہو و لعب اور انهماک شہوات و لذات نے انهیں بالکل اپني طرف مشغول کر لیا ہے - روزہ کي اصل صبر اور تقوی ہے - صبر کي حقیقت یہ ہے کہ خواهشوں میں ضبط و تحمل پیدا هو اور کسي مقصد اعلی کیلیے شدائد اور تکالیف برداشت کي جائیں - پس اسکے لیے ضبط و تحمل کي ' ایثار و احتساب کی ' اتقاء روح اور طہارت نفس کي ضرورت ہے ' مگر انکا نفس شریر اپني بہیمي خواهشوں میں اسدرجہ بے قابو هوگیا ہے کہ وہ تکلیف اور ایثار کا متحمل نہیں هوسکتا - انکي طبیعت خواهشوں کي غلام ہے اور نفس پرستیوں کي عادي هوگئي ہے - پس وہ ایک گھنٹہ بھي ضبط جذبات و تحمل نفس کے ساتھه بسر نہیں کرسکتے -

وہ ماہ مقدس جو نزول سعادت کي یادگار تھا ' جو مومنوں کیلیے نیکیوں اور خدا پرستیوں کا سرچشمہ تھا ' جو همیں تحمل مصائب اور مرضات الہیہ کي راہ میں ایثار نفس کي تعلیم دیتا تھا' آتا ہے اور گذر جاتا ہے ' پر انکے اعمال شیطانیہ اور افعال خبیثہ میں رائي برابر بھي تبدیلي نہیں هوتی - پھر ان میں کتنے هي هیں جو عین رمضان المبارک کے اندر شرب خمر اور زنا و فسق میں چار پایوں اور حیوانوں کی طرح ڈوبے رهتے هیں ' اور ماہ مقدس کی برکتوں کی جگہ آسمانی لعنتوں کی انپر بارش هوتی ہے !

حدیث شریف میں تو آیا ہے کہ " اذا دخل شهر رمضان فتحت ابواب الجنۃ و اغلقت ابواب النار و صفدت الشیاطین " (رواہ البخاري) جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو نیکیوں کے بہشتي دروازے کہل جاتے هیں ' برائیوں کے جہنمي دروازے بند هو جاتے هیں ' اور ارواح شریرہ و شیطانیہ کا عمل باطل هوجاتا ہے - لیکن انکي حالت اسکے بالکل برعکس ہے - انکے لیے جہنمي دروازے اور زیادہ وسعت کے ساتھه کہل جاتے هیں' اور ارواح شریرہ کا تسلط انپر اور زیادہ سخت هو جاتا ہے - و من یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطاناً فهو لہ قرین (۴۳ : ۳۵)

(حلقۂ شیاطین و مجمع ابالسہ)

انکے وہ مصاحب اور ندیم جو هر وقت ذریۂ شیطانی کی طرح انکے اردگرد رهتے هیں ' اور انکے وہ عمال و حکام جو خدا کی طرح انهیں پوجتے اور مشرکوں کی طرح انکے آگے زمیں بوس هوتے هیں ' یہ سب کچھه دیکھتے هیں ' مگر شیطان نے انکی زبانوں پر مہر لگادي ہے اور انسان کی بکدگي کي خباثت نے خدا کا خوف انکے دلوں سے معو کر دیا ہے - پس ان میں سے کسی کي بھي زبان نہیں کہلتي کہ حق و معروف کي صدا بلند کرے ' اور گونگا شیطان نہ بنے جو ایمان کی موت اور خدا پرستی کا خاتمہ ہے -

(فتنۂ علمـاء سوء)

پھر اس سے بھي بڑھکر ماتم انگیز منظر یہ ہے کہ ان امراء فاسقین و روساء فاجرین کے حاشیہ نشینوں اور وابستگان دولت کی فہرست میں بہت سے علما و صوفیا کے نام بھی نظر آتے هیں ' جو اپنے تئیں مسند نبوت کا جانشیں اور فضائل رسالت کا وارث حقیقی سمجھتے هیں ' اور اپنے اتقا و تقدس کے دامنوں کو هزاروں انسانوں سے سنگ اسود کی طرح بوسہ دلاتے ' اور اپنے بڑے بڑے دامنوں کی عباؤں کو عہد مسیح کے فریسیوں اور صدوقیوں کی طرح مزور فضیلت و کبر تقدس سے حرمت دیتے هیں !

انکو اپنی فضیلت و پیشوائي کا بڑا هی گھمنڈ ہے - وہ جب اپنے مریدوں اور معتقدوں کے جمگھٹے میں تسبیح مکر و سجادۂ زور کے ساز و سامان فریب کے ساتھه بیٹھتے هیں تو کسي طرح خدا کی الوهیت اور رسولوں کی قدوسیت سے اپنے تقدس و کبریائی کو کمتر نہیں سمجھتے - مگر حقیقت یہ ہے کہ انکا وجود شریعت کی توهین اور دین الہی کی سب سے بڑي تذلیل ہے - قوم کا بد تر سے بدتر اور جاهل سے جاهل گروہ بھي ان خلفاء شیاطین و نائبین ابلیس لعین سے زیادہ نیک اور زیادہ راستباز ہے - کیونکہ یہ علماء سوء هیں ' اور انکے فتنہ سے بڑھکر قوم کیلیے کوئي فتنہ نہیں - هواء نفس انکي شریعت ہے ' درهم و دنانیر انکا قبلہ ہے ' نفس و شیطان انکا معبود ہے ' اور طلب جاہ و مال انکا ذکر و فکر ہے - چونکہ انکو امراء فساق اور روساء فجار کے دربار سے بڑے بڑے وظائف و مناصب ملتے هیں اور نذر و نیاز کي فتوحات کا پیهم سلسلہ جاري رهتا ہے ' اسلیے انکي زبانیں گونگی هوگئی هیں ' اور اپنے منصبوں اور تنخواهوں اور نذر و نیاز کي لعنت کے بند هوجانے کے خوف سے امر بالمعروف اور نهی عن المنکر کا ایک لفظ بھي اپني زبان سے نہیں نکالتے - وہ اپني آنکھوں سے رمضان المبارک کي توهین کا تماشہ دیکھتے هیں اور چپ

رھتے ھیں - انکے سامنے ماہ مقدس کے اندر حکم الہی کو ٹھکرایا جاتا ھے اور وہ خوش ھوتے ھیں ۔ نہ تو کسی شیطان اخرس کی زبان معروف کیلیے کھلتی ھے ' نہ کسی خلیفۂ ابلیس کو شریعت کی علانیہ توھین پر غیرت آتی ھے - امر بالمعروف کو انھوں نے یکسر بھلا دیا ھے اور نہی عن المنکر کو اپنے مقاصد نفسانیہ کے خلاف دیکھکر نسیاً منسیاً کردیا ھے - اگر وجود مقدس حضرۃ صادق مصدوق کا حکم باطل نہیں تو میں کہتا ھوں کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ایسے ھی علماء سوء کو ھوگا : و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم : ان اشد الناس عذاباً یوم القیامہ ' عالم لم ینفعہ اللہ بعلمہ - (رواہ ابن عساکر عن ابی ھریرہ والبیہقی فی شعب الایمان و طبرانی فی الصغیر والحاکم فی المستدرک)

(فتنۂ الحاد و متفرنجین)

پھر تارکین صیام کے گروہ میں اس سے بھی بڑھکر ایک فتنے نے سر اٹھایا ھے ' جسکا اثر بہت شدید اور جسکی آفات سخت متعدی ھیں ' اور جسکے اندر شریعت کا استخفاف و استہزا پلے سے کہیں زیادہ اور حدود اللہ کے خلاف نفسانی جسارت پہلوں سے کہیں بڑھکر ھے - نہایت درد اور رنج کے ساتھہ کہنا پڑتا ھے کہ یہ ان لوگوں کا فتنۂ الحاد و اباحۃ ھے جنھیں افسوس ھے کہ الحاد سے بھی جہل کے سوا اور کچھہ نہ ملا حالانکہ الحاد نے اکثر غرور علم کے ساتھہ ظہور کیا ھے - یہ لوگ نشئہ مدنیۃ حدیثہ کی مہذب و متمدن مخلوق ھیں جو نئی درسگاھوں کی ظلمات جہل و غرور میں پیدا ھوئی ھیں ' اور جو فی الحقیقت غرور ادعا اور جہل افساد کے سوا اور کچھہ نہیں ھیں - پہلی جماعت کی اگر غفلت شدید تھی اور معصیت جرأت و جسارت تک پہنچ گئی تھی ' تو افسوس کہ اس گروہ کے اندر غفلت کی جگہ جسارت ' اور اعتراف کی جگہ انکار و سرکشی ' اور کھلم کھلا استخفاف شریعت و استہزاء حدود اللہ پایا جاتا ھے - ان میں سے اکثروں کے نزدیک روزہ عرب جاھلیۃ کے فقر و فاقہ کی ایک وحشیانہ یادگار ھے جو یا تو اسلیے قائم کی گئی تھی کہ غذا میسر نہیں آتی تھی ' یا منجملہ اُن عالمگیر غلط فہمیوں کے ایک توھم پرستی تھی جو اھل مذاھب میں ابتدا سے پھیلی ھوئی ھیں اور انھوں نے ترک لذائذ اور تعذیب جسم کو وسیلۂ نجات سمجھہ لیا ھے - معاذ باللہ سبحانہ مما یعتقد الزنادقہ ! ان میں بہت سے لوگ اپنے الحاد کو شریعت کی نسبت سے انجام دینے کے شائق ھیں - وہ " تطبیق بین العقل والنقل ' العلوم الجدیدۃ والاسلام ' اور الاسلام ھوالفطرۃ والفطرۃ ھی الاسلام " کا واسطہ اختیار کرتے ھیں ' اور کہتے ھیں کہ اگر فرض ھوا بھی تھا تو والذین یطیقونہ طعام مسکین نے ثابت کردیا کہ ایک مسکین کو کھانا کھلاکر ھم روزہ کے پنجۂ عذاب سے نجات پاسکتے ھیں - پس یہ ھمارے لیے بس کرتا ھے : فاولئک ھم المتفرنجون ' الذین یفسدون فی الارض و لا یصلحون :

واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالو انما نحن مصلحون - الا انھم ھــم المفسدون ولکن لا یشعرون (۲ : ۱۱)	اور عجب تر یہ کہ جب اسے کہا جاتا ھے کہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ھیں کہ ھم تو سرے سے مصلح ھیں ! یقین کرو کہ یہی لوگ ھیں جو دنیا کیلیے مفسد ھیں مگر اپنے فساد سے واقف ھیں !

پھر کہ میں ان لوگوں کی حالت تم سے کیا کہوں کہ میرے سامنے صدھا نمونے بڑے ھی درد انگیز موجود ھیں - جس ملحدانہ جسارت ' جس مارقانہ جرأت ' اور جس مرتدانہ شوخی کے ساتھہ میں نے انھیں عین رمضان المبارک کے ایام میں (باوجود صحت و عافیت ' قوت و توانائی و بغیر سفر و عذرات شرعیہ) اپنے دوزخ شکم کی ایندھن جمع کرتے دیکھا ھے ' میں نہیں سمجھتا کہ اسے کیونکر بیان کروں ؟ وہ اس بے پروائی کے ساتھہ ماہ مقدس میں کھاتے پیتے ھیں ' گویا انھیں اس گروہ سے کوئی تعلق ھی نہیں جسکے لیے رمضان کا ورود صبر و اتقا کا پیام تھا !

(جرم اور بغاوت)

ایک چیز غفلت و تساھل ھے اور ایک انکار و تمرد ھے - بلا شبہ پرانے لوگوں میں بھی ھزاروں اشخاص ایسے موجود ھیں جن میں تسلط نفس و شیطان سے معاصی و ذنوب کی نہایت کثرت ھوگئی ھے اور انپر غفلت و تساھل نے ایک دینی موت طاری کردی ھے - علی الخصوص امرا و رؤسا مسلمین کہ اُن میں سے اکثر احکام و اوامر شرعیہ سے بے پروا و غافل ھیں - تاھم ان میں ایک فرد بھی ایسا بمشکل ملیگا جو احکام الہیہ کا صریح استہزا کرتا ھو ' اور خدا کے شعائر کی بیباکانہ ھنسی اڑاتا ھو - مگر میں نے " اس متمدن وروشن خیال " طبقہ میں بکثرت ایسے لوگوں کو دیکھا ھے جو علانیہ احکام اسلامیہ کی ھنسی اڑاتے ھیں اور تعجب کرتے ھیں کہ لوگ کیسے احمق اور نادان ھیں جو مفت میں بھوکے رھتے اور اپنے نفس کو تکلیف و مشقت میں ڈالتے ھیں ؟ قالوا : ماھی الا حیاتنا الدنیا ' نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر (۴۵ : ۲۴)

قل ا باللہ و ایاتہ و رسولہ کنتم تستھزؤن ؟ (۹ : ۶۵)	ان ملحدوں سے کہو کہ آیا تم اللہ ' اسکی آیات ' اور اُسکے رسولوں کے ساتھہ ھنسی کرتے ھو ؟

ابتدا اسلام میں یہود و نصاری احکام شریعت کی ھنسی اڑاتے تھے جنکا حال سورہ مائدہ میں خدا نے فرمایا ھے :

یا ایھا الــذین امنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا و لعبا (۵ : ۶۲)	اے مسلمانو ! ان لوگوں کا رشتہ نہ پکڑو جنھوں نے تمہاری شریعت کو ھنسی ٹھٹھا اور ایک طرح کا کھیل بنا لیا ھے -

انکا حال یہ تھا کہ :

و اذا نادیتم الی الصلوٰۃ اتخــذوھا ھزوا و لعبا ذالک بانھم قوم لا یعقلون (۵ : ۶۳)	جب تم نماز کیلیے صدا بلند کرتے ھو تو یہ ھنسی اور ٹھٹھا کرتے ھیں - یہ اسلیے ھے کہ اُنکی عقلیں کھوئی گئی ھیں -

سورہ بقر میں انھیں کی نسبت فرمایا ھے :

زین للذین کفروا الحیاۃ الدنیا و یسخرون من الذین امنوا (۲ : ۱۰۸)	کافروں کی نظروں میں صرف دنیا کی زندگی ھی سما گئی ھے - وہ ان لوگوں کے ساتھہ تمسخر کرتے ھیں جو اللہ پر ایمان لائے ھیں -

سو اج یہ حالت خود مسلمانوں کا یہ نیا متمدن فرقہ ھمیں دکھلا رھا ھے ' اور صاف خبر دیتا ھے کہ اسکا شجرہ نسب ضلالت ان لوگوں سے ملتا ھے ؟ نماز سے بڑھکر اس گروہ کیلیے کوئی مبغوض و مکروہ حکم نہیں ' کیونکہ علاوہ ایک وحشیانہ حرکت ھونے کے اسکے اکثر اجزا ایسے ھیں جو متمدن زندگی کے ساتھہ جمع نہیں ھوسکتے - وضو سے شرٹ کی آستینوں کا لطف خراب ھوجاتا ھے ' اور سجدہ میں جانے سے پتلون پر گھٹنوں کے پاس شکنیں پڑجاتی ھیں : و اذا قیل لھم ارکعوا لا یرکعون (۷۷ : ۴۸)

جب نماز کے ساتھہ یہ سلوک ھے تو روزہ کی نسبت پوچھنا ھی عبث ھے - وہ کہتے ھیں کہ موجودہ متمدن زندگی نے دن میں پانچ مرتبہ اقلا غذا کا حکم دیا ھے ' کوئی وجہ نہیں کہ ایک مہینے تک کیلیے انسان بالکل غذا ترک کردے : قاتلھم اللہ انی یوفکون (۹ : ۳۰)

(لمصلحون الدجالون)

پھر عجیب تر یہ کہ اس گروہ میں ایک جماعت مصلحین ملت و الملۃ امت کی بھی ہے جو اپنے تئیں تمام قوم کا پیشوا اور ہادی حقیقی سمجھتی ہے' اور چونکہ اسے یقین ہے کہ ابھی مسلمان احکام شریعت سے متنفر نہیں ہوے ہیں گو غافل ہیں' اسلیے جب کبھی مجلسوں اور کانفرنسوں کے اسٹیجوں پر انکے سامنے آتی ہے تو یکسر پیکر اسلام و ایمان و مجسمۂ شریعت و اسلامیۃ بن جاتی ہے' اور جس شریعت کے اولین ارکان و عبادات تک سے اسے عملاً انکار ہے' اسکے ماننے والوں کے ادبار و غفلت پر نبیوں کی طرح روتی اور رسولوں کی طرح فغاں سنج ہوتی ہے - پھر نماز کا فلسفہ اسکی زبان پر ہوتا ہے - روزہ کی فلاسفی پر اس سے بہتر کوئی لکچر نہیں دیسکتا - اسلامی عبادات کے مصالح و حکم کے اعلان کا اس سے بڑھکر کوئی واعظ نہیں' حالانکہ خود اسکے نفس کا یہ حال ہے کہ احکام شریعت کی تذلیل و تحقیر کا اس سے بڑھکر کوئی فتنہ نہیں ہے اور اسکا وجود الحاد و زندقہ کے سوا اور کچھہ نہیں -

یخادعون اللہ والذین امنوا و ما یخدعون الا انفسہم و ما یشعرون - (۲ : ۱۰)	یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کو اور مسلمانوں کو اپنے نفاق سے دھوکا دینا چاہتے ہیں' مگر نہیں جانتے کہ درحقیقت وہ اپنے نفس ہی کو دھوکا دے رہے ہیں -

(ایک بشارت عظمی)

البتہ دو تین سال سے تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک مبارک تغیر و انقلاب کے آثار ضرور نظر آرہے ہیں' اور میں بہت سے ایسے ارباب انابت و رجوع الی اللہ کو جانتا ہوں جنکے دلوں پر پچھلے مصائب اسلامی سے تنبہ و اعتبار کی ایک کاری چوٹ لگی ہے اور انکے اندر مذہبی اعمال کی طرف یکایک میلان و رجوع پیدا ہو چلا ہے - سو فی الحقیقت ایسے مبارک نفوس اس گروہ کی عام حالت سے بالکل مستثنی ہیں' اور اگر انکو استقامت و ثبات نصیب ہو تو کچھہ شک نہیں کہ ہم سب کو چاہیے کہ انکے ہاتھوں کو جوش عقیدت سے بوسہ دیں اور مقدس عباؤں کے دامنوں کی جگہ انکے فرنگی کوٹوں کے دامنوں کو آنکھوں سے لگالیں - کیونکہ موجودہ عہد میں اسلام و ملت کی خدمت کے لیے اس گروہ سے بڑھکر اور کوئی جماعت مفید تر نہیں ہوسکتی اور اسکی اصلاح سے بڑھکر عالم اسلامی کیلیے کوئی بشارت نہیں : و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا -

قبـــول اســــلام

آہ! اسلام کی روح الہی اور صورت ربانی میں وہ کونسی دلفریبی ہے کہ مسلمانوں کے عالمگیر تنزل اور انتہائی تذلل و بیکسی کے باوجود' اسکے حلقے میں اتنک بڑے بڑے ارباب عز و جاہ بطیب خاطر و بلا ترغیب و طمع داخل ہوتے جاتے ہیں!

" الفرید رستم بے" جو ایک معزز و ممتاز روسی ہیں' حال میں قسطنطنیہ میں مشرف باسلام ہوے - انکی والدہ کا تعلق ایک مشہور انگریزی خاندان سے ہے جو عرصہ سے قسطنطنیہ میں متوطن ہے -

رستم بے بہت سے اعلی عثمانی مناصب پر فائض رہچکے ہیں - پہلے وہ عثمانی سفارتخانہ واشنگٹن کے مشیر' عثمانی سفارتخانہ لندن کے عضو' اور سٹنجی میں وزیر تھے - اب واشنگٹن کے سفیر مقرر ہوے ہیں -

اسکے ساتھہ ہی وہ ایک اعلی درجہ کے انشاء پرداز بھی ہیں اور بہت سے انگریزی رسائل میں انکے نہایت دلچسپ مضامین نکل چکے ہیں -

انہوں نے اپنا اسلامی نام احمد رکھا ہے -

انکے قبول اسلام پر عثمانی پریس عام طور پر گرمجوشی کے ساتھہ اظہار مسرت کر رہا ہے -

بصائر و حکم

عاملین احکام و صائمین رمضان

مقالۂ افتتاحیہ میں جو کچھہ پڑھچکے ہو' یہ حال تو تارکین صیام کا تھا - اب آؤ انکو دیکھیں جو عاملین و صائمین میں داخل ہیں - یہ سرگذشت انکی تھی جنھوں نے شریعت کو چھوڑ دیا' لیکن آؤ اب انکی سراغ میں نکلیں جو ابتک دامن شریعت سے وابستہ ہیں - یہ وہ لوگ تھے جو پانی سے دور ہوگئے - اب آؤ انکو دیکھیں جو دریا کے کنارے خیمہ زن ہیں!

پھر کیا وہ سیراب ہیں؟ کیا وہ پہلوں کی طرح پیاسے نہیں؟

* * *

افسوس کہ حقیقت کی آنکھیں اب تک خونبار ہیں اور عشق مقصود کا قدم یہاں تک پہنچکر بھی کامیاب نہیں - یہ سچ ہے کہ پہلوں نے دریا کی راہ چھوڑ دی اور دوسرے نے اسکے کنارے اپنا خیمہ لگایا اور اسمیں بھی کچھہ شک نہیں کہ اسکا اجر انہیں ملنا چاہیے' لیکن اگر دریا کا قرب دریا کیلیے نہیں بلکہ دریا کے پانی کیلیے تھا تو پہلا گروہ پانی سے دور رہکر پیاسا رہا' اور دوسرے اس تک پہنچکر پیاسے ہیں!

انہیں کشتی نہیں ملتی' انہیں ساحل نہیں ملتا!

* * *

یہ وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے شریعت کے حکموں کو تو لے لیا ہے' مگر اسکی حقیقت چھوڑدی ہے - یہ وہ ہیں کہ انھوں نے چھلکے پر قناعت کی اور اسکے مغز کو اُن لوگوں کی طرح چھوڑ دیا جنھوں نے چھلکا اور مغز دونوں چھوڑ دیا ہے - یہ جسم کو انسان سمجھتے ہیں حالانکہ جسم بغیر روح کے ایک سڑجانے والی لاش ہے - یہ نقاب کو چہرۂ محبوب سمجھے ہیں' حالانکہ عیش نظارہ اُسنے پایا' جس نے نقاب کی جگہ صورت سے عشق کیا - کاشت کو پھل کیلیے بیج بوتا ہے' اور پھولوں کی ساری محبوبیت اسمیں ہے کہ اسکی خوشبو سے دماغ معطر ہوجاتا ہے - پس اگر بیج پھل نہ لایا اور پھولوں نے خوشبو نہ دی' تو کاشتکار کیلیے ہل جوتنے کی جگہ بہتر تھا کہ وہ گھر میں آرام سے سوتا' اور بے خوشبو کے پھولوں سے وہ خشک ٹہنی زیادہ قیمتی ہے جو چولہے میں جلائی جاسکے : فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساھـــون! (۱۰۷ : ۶)

* * *

نماز ہو یا روزہ' شریعت کے جتنے احکام اور جتنی طاعات ہیں' سب کا حال یہ ہے کہ ایک شے تو اُن میں مقصود بالذات ہوتی ہے اور ایک اُس مقصود کے حاصل کرنے کا وسیلہ -

نماز میں اصلی شے عبودیۃ الہی' انکسار و تذلل' خضوع و خشوع' ابتہال و توجہ الی اللہ' و انقطاع و تبتل ہے' اور نتیجہ اسکا تمام فواحش و منکرات اور رذائل و خبائث سے اجتناب و تحفظ ہے - حج کا مقصود دعوۃ اسلامی کی نشئۃ اولی کی یادگار' اسوۂ ابراہیمی کی تجدید' مرکز توحید پر تمام شعوب و قبائل موحدین کا اجتماع' اور وحدۃ اسلامی و اتحاد ممالک و امم کا ظہور و قیام ہے' اور نتیجہ اسکا تعلق الہی کی تقویت' احکام شریعت کا انقیاد اور رفع انشقاق و اختلاف' و انسداد تفریق و تشتت کلمۂ اسلام ہے -

اسی طرح روزہ بھی صرف بھوک پیاس کا نام نہ تھا - اگر ایسا ہوتا تو ہر فقیر عابد ہوتا' ہر فاقہ کش مومن کامل' حالانکہ بہت سے بے نصیب مسکین ہیں جنکی فاقہ کشی انہیں وہ نہیں دیسکتی جو ایک خدا پرست بادشاہ لذائذ و نعائم ...

مذاكرهٔ علميه

علم ألنباتات كا أيك جديد صفحــه

(مستـر بـوس كا اكتشاف جـديـد)

روح نباتات اور احساس

(۲)

(قديم تحقق)

گذشته صحبت ميں تم نے انـدازه کرليا هوگا كه حيوانات اور نباتات كے هيجانوں ميں كس درجه مشابهت و مماثلت هے ؟ اور اسليے غالباً تم دونوں كو يكساں طور پر " هيجان " اور " عمل عصبي " سمجھتے هونگے -

ليكن علمـاء وظائف الاعضاء نباتات كے سر خيل ' علامه پيفر (Peffer) كے بعض تجارب كي بنا پر يورپ ميں يه امر قطعي طور پر طے پاگيا تها كه حيوانات ميں جس شے كو دفع عصبي (Nervous in pulse) كهتے هيں ' اسكے مقابله ميں نباتات كے اندر كوئي شے نهيں هے - چنانچه تمام علماء نباتات برابر يهي كهتے آئے هيں كه جسكو هم بظاهر دفع عصبي سمجھتے هيں ' وه عمل عصبي نهيں بلكه ايك طرح كا عمل ميكا نيكي هے -

وه كهتے هيں كه پودوں كے جو نسيج طبيعي مقدار سے زياده بڑے نظر آتے هيں ' انكي نسبت سمجھنا چاهيے كه وه گويا ربڑ كي نلكياں هيں جنميں پاني بهرا هوا هے - جب هم كهربا كے ذريعه يا كسي اور مكا نيكي طريقه سے تنبه و تحريك پيدا كرتے هيں تو گويا ان پاني سے بهرے هوے نسيجوں كو نچوڑنے لگتے هيں - اسليے پاني اندر سے پورے زور كے ساتھ اچھلكر نكلتا هے اور نكل كے پودے كے اس عضو متعلق (پل وي نس) سے ٹكراتا هے - اس تصادم كي وجه سے پل وي نس سكڑنے لگتا هے ' اور باهر كي پتياں كمهلا كے جھك جاتي هيں -

ڈاكٹر بوس كی تحقيقات سے پيشتر تمام علمي دنيا كا ان بيانات پر ايمان كامل تها مگر اب علم كي ايك مشرقي رسالت نے اس ايمان كو متزلزل كر ديا هے !

اب هم كو اس طرف متوجه هونا چاهيے كه كيا در حقيقت نباتات ميں هيجان يا حركت كا انتقال عصبي نهيں هے بلكه مكا نيكي هے ؟ اسكے متعلق فيصله كرنے سے پہلے انتقال عصبي اور انتقال ميكانيكي كا باهمي فرق سمجھه لينا چاهيے -

(انتقال ميكا نيكي اور انتقال عصبي)

كسي جسم كے ايك مقام سے دوسرے مقام پر صناعي اور آلي طريقه سے (يعني بذريعه آلات كے) جانے اور منتقل هونے كا نام " انتقال مكا نيكي " هے -

مثلاً تمهارے شهر ميں زمين كے نيچے آهني نلوں كا ايك جال پهيلا هوا هے جسے تم پايپ يا پمپ كهتے هو - اسميں ايك مخصوص مقـام سے پاني ڈالا جاتا هے اور بعض مشينـوں كي وساطت سے تمهارے گهروں تك پهنچ جاتا هے - يعني ايك جسم سيال (پاني) بعض آلات كے عمل سے اپني جگه سے چلتا هے اور چلكر تم تـك آجاتا هے - يهي انتقال ميكانيكي هے -

انتقال عصبي ميں بهي قريباً وهي هوتا هے جو انتقال مكانيكي ميں هوتا هے - اعصاب نهايت چهوٹے چهوٹے ذرات سے مركب هيں - ان ذرات ميں حركت و انتقال كی قابليت موجود هے - جب اعصاب ميں كسي قسم كي تنبيه يا تحريك هوتي هے تو ان ذرات ميں آشفتگي و برهمي پيدا هوجاتي هے - اسي برهمي و انقلاب كا نام هيجان هے -

جب اعصاب اپني پوري زندگي يا بهتر و موافق وظائف الاعضائي حالت ميں هوتے هيں ' تو اسوقت يه قوت اپنے اوج و شدت پر هوتي هے - ضعيف سے ضعيف تنبيه اور خفيف سي خفيف تحريـك بهي ذرات ميں ايك انقـلاب عظيم اور برهمي عام پيدا كرديتي هے - اور اسليے سخت هيجان محسوس هوتا هے -

ليكن جب اعصاب كي وظائف الاعضائی حالت عمده نهيں هوتي ' تو ذرات كي برهمي اور هيجان كي شدت ميں بهي فرق آجاتا هے -

يه حالت اعصاب موصله conducting nerves سے هوكے گزرتي هے ' اور جهاں سے گزرتي هے ' اس مقام كے ذرات ميں انقلاب و برهمي پيدا هو جاتی هے - يهي جا بجا اور منزل بمنزل بڑهنے والا انقلاب ذرات هے جسے تنبه عصبي nervous epulsim كے انتقال سے تعبير كيا جاتا هے -

(وظائف الا عضائی اعتدال)

هم ابهی لكهه آئے هيں كه هيجان كي شدت اور اسكا ضعف اعصاب كی حيات تامه اور موافق و سازگار وظائف الا عضائي حالت پر موقوف هے ' اسليے هم بتا دينا چاهتے هيں كه " موافق وظائف الاعضائي حالت " سے هماري مراد كيا هے ؟

اس سے همارا مقصد اعتدال حرارت و برودت هے -

اعصاب كے اداء وظائف پر حرارت و برودت كا بهت بڑا اثر پڑتا هے - جسوقت اعصاب كے كسي حصه ميں تنبه يا تحريك پيدا هوتي هے ' اگر اسوقت وه معتدل حالت ميں هوتے هيں تو انميں ايك طبيعي و عادي هيجان پيدا هوتا هے ليكن اگر يه اعتدال موجود نهو بلكه برودت غالب هو ' تو پهر جسقدر برودت كا غلبه هوتا هے اسيقدر هيجان ميں بهي كمي هوتي جاتي هے - يهاں تك كه جب برودت بهت زياده بڑهجـاتی هے تو پهر هيجان بالكـل باطل هو جاتا هے - يهي بطلان هيجان هے جس كو مرض فالج كهتے هيں

ليكن اگر برودت كے بدله حرارت كا غلبه هے تو اس سے هيجان ميں ايك غير طبيعي حالت پيدا هوتي هے - اس حالت كے حد سے زياده هونے كے بعد برودت كے نتـائج كي طرح اسكے نتائج بهي سخت خطرناك هو جاتے هيں

بعض ايسے وسائل بهی هيں جنكے ذريعه سے اعصاب ميں هنگامي طور پر فالج كي سي كيفيت پيدا كي جاسكتي هے - انكو اصطلاح ميں anaesthetics كهتے هيں -

انكے اثرات كا اصلی عمل يه هے كه وه اعصاب كي قوت تنبه پر قبضه كر ليتے هيں - اسي طرح بعض ايسی سميات (زهريلی دوائيں) بهي هيں جنكے ذريعه اعصاب كي قوت ايصال كو فنا كرديا جاسكتا هے -

مقالات

تاریخ فرضیت صوم

عبادات اسلامیه کی ترتیب فرضیت اگر اسرار و مصالح پر مبنی نہوتی تو تمام عبادات میں سب سے پہلے رمضان کے روزے فرض ہوتے -

تقدم زمانی کے لحاظ سے تمام فرائض میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی - ابتداء میں وہ اگرچہ نہایت سادہ و مختصر عبادت تھی تاہم تکبیر و تہلیل اور قرأت سے اسکا پیکر روحانی خالی نہ تھا - جب کفر زار مکہ کی فضاء میں قران مجید کی نامانوس مگر مقدس آیتیں گونجتی تھیں تو کفار اس مختصر عبادت میں بھی رکاوٹ پیدا کرتے تھے - چنانچہ حضرت ابو بکر رضی الله عنه کو کفار نے نماز میں قرأت سے صرف اس بنا پر روک دیا تھا کہ اسکا اثر اونکے بال بچوں پر شدت کے ساتھہ پڑتا تھا اور انہیں خوف تھا کہ کہیں وہ مسلمان نہ ہو جائیں -

لیکن روزہ ایک غیر محسوس فریضہ الہی ہے - رکوع ' سجود ' قیام ' قعود ' تکبیر و تہلیل ، سے اسکی ترکیب نہیں ہے جسکی صدائیں دوسروں تک پہنچتیں اور انہیں خبردار کردیتی ہیں - وہ ایک عدمی چیز ہے - منہیات کے سلب و نفی سے اوسکی ترتیب و تقویم ہوتی ہے - یعنی اسکا وجود محض بعض خواہشوں کے روک دینے اور بعض ضروریات جسمی کے حبس و ضبط سے متشکل ہوتا ہے - پس ظاہر ہے کہ ایسی غیر محسوس چیز میں کسیکو رکاوٹ پیدا کرنے کا اور مانع آنے کا کیا موقع مل سکتا ہے ؟

اس سے ظاہر ہوا کہ جب اسلام ہر طرف سے تیروں اور برچھیوں کے حصار میں گھرا ہوا تھا تو اس حالت میں صرف روزہ ہی ایک ایسی عبادت تھی جو خاموشی کے ساتھہ بے روک ٹوک ادا کی جاسکتی تھی ' پس عقلاً سب سے پہلے اسی کو فرض ہونا چاہیے تھا کہ آغاز عہد کی مظلومیت و مسکنت میں بآسانی ادا کیا جاسکتا تھا - لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز تو پہلے ہی دن فرض کردی گئی ' مگر روزہ سنه ۲ ھ میں فرض ہوا ' جبکہ مال غنیمت سے مدینه کا دامن بھر گیا تھا اور تکبیر و تہلیل کی صداؤں کو ایک فضاے غیر محدود مل گئی تھی -

آخر اسکے اندر کون سی حکمت پوشیدہ ہے ؟ کیا اسلام کا نظام عبادت ترتیب معکوس پر قائم ہے ؟

(علۃ تقدم صلوۃ)

اسلام ایک دین قیم ہے - ترتیب و نظام اوسکی حقیقت میں داخل ہے - پس ضرور ہے کہ عبادات کی فرضیت کی تقدیم و تاخیر میں بھی اسرار و علل پوشیدہ ہوں اور تدبر و تفکر سے کام لیا جاے تو فی الحقیقت نماز کی تقدیم اور روزے کی تاخیر میں ایک دقیق و اہم نکتہ پوشیدہ ہے -

اگر ہمارے پاس غذاے لطیف نہیں ' آب خوشگوار نہیں ' زوجۂ جمیلہ نہیں ' غرض وہ تمام چیزیں نہیں جنکے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو ایسی حالت میں ان تمام چیزوں سے منہہ موڑ لینا کوئی حقیقی تقوی نہ ہوگا ' بلکہ ایک مجبوری کی شکل ہوگی - کیونکہ اگر روزہ نہ رکھیں ' جب بھی دن بھر فاقہ ہی سے گذرتی ہے - پس اگر مکہ میں روزہ فرض کردیا جاتا تو وہ اسی قسم کا ایک مجبورانہ تقوی ہوتا ' لیکن مدینہ کی حالت اس سے مختلف تھی - وہاں زمین اپنے خزانے اوگل رہی تھی ' خوبصورت کنیزیں ہر طرف سے آ آ کر جمع ہو رہی تھیں ' فتوحات کے آغاز نے طرح طرح کی نعمتوں کے انبار لگادیے تھے اور آزادی کے احساس نے ان جذبات کو اور بھی مشتعل کردیا تھا - ایسی حالت میں اگر کوئی شخص ان لذائذ طیبہ سے احتراز کرتا تو یہ بے شبہہ اوسکے قوت ایمان و ضبط نفس کی دلیل ہوتی - اسلام درحقیقت صبر و توکل کی ایک آزمایش اور زہد و تقوی کا امتحان گاہ ہے ' اسلیے صبر و قناعت کیلیے اوس نے مسلمانوں کے زہد و تقوی کو روزے کے ساتھہ آزمایا ' اور ایسے وقت میں آزمایا جبکہ لغزش اور ٹھوکر کے اسباب فراہم ہونا شروع ہوگئے -

(اغاز صیام)

جمہور مفسرین کا بیان ہے کہ ابتداے اسلام میں مسلمانوں نے بھی روزہ بالکل اونہیں خصوصیات کے ساتھہ اختیار کیا تھا ' جسکی مثال عیسائیوں کے سلسلۂ عبادات میں قائم ہوچکی تھی - یعنی عیسائیوں کے یہاں روزہ نہایت سخت شرائط کا پابند تھا - مثلاً اگر کوئی شخص افطار کرکے سوجاتا تھا ' تو اوسپر کھانا پینا ' عورت کے پاس جانا حرام ہوجاتا تھا ' اور اسی نیند کی ابتداء سے اوسکے روزہ کی ابتداء قرار پاتی تھی - شروع اسلام میں مسلمان بھی انہی شرائط کے پابند تھے ' لیکن بعض صحابہ نے حالت روزہ میں دن بھر کام کیا ' شام کے وقت پلٹے تو کھانا طیار نہ تھا - بی بی نے کھانا پکانا چاہا مگر اونکو کھانے سے پہلے ہی نیند آگئی اور بغیر افطار کئے ہوے سوگئے - اسی فاقہ کی حالت میں دوسرے روز کا روزہ بھی رکھنا پڑا ' نتیجہ یہ ہوا کہ بیہوش ہوگئے - یہ تو مجبوری کی صورت تھی ' لیکن بعض لوگ ضبط نفس بھی نکرسکے - خود حضرت عمر رضی الله عنه اپنی بی بی سے علحدہ نہ رہسکے - اس بنا پر خداوند تعالی نے تشریع مزید کردی کہ شریعۃ اسلامیہ کا روزہ اقوام سابقہ کے سے شدائد پر مبنی نہیں ہے - بلکہ اسمیں ہر طرح کی آسانیاں اور سہولتیں رکھی گئی ہیں :

احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم هن لباس لکم وانتم لباس لهن علم الله انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالان باشروهن وابتغوا ما کتب الله لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر - (۲ : ۱۸۳)	تمہارے لیے روزے کی راتوں میں بیوی کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے ' کیونکہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم انکا لباس ہو - خدا کو معلوم ہوا کہ تم لوگ چھپا کے ایسا کرتے تھے - یہ گویا اپنے نفس کے ساتھہ خیانت تھی - پس خدا نے تمہاری توبہ قبول

کرلی ' اور معاف کردیا - رات بھر اطمینان سے کھاؤ پیو ' یہاں تک کہ سفید دھاگا صبح کے سیاہ ڈورے سے ممتاز ہو جاے

(صلوۃ و صیام)

نماز ایک محتسب ہے ' جو ہمکو ہر برائی سے بچاتی ہے

ان الصلوۃ تنهی عن الفحشاء والمنکر (۲۹ : ۴۰)	نماز بری باتوں سے روکتی ہے

لیکن محض احتساب سے تقوی حاصل نہیں ہوسکتا - طبیب ہمکو پرہیز بتاتا ہے ' اور ہم اوسکی ہدایت پر عمل نہیں کرتے ' اسلیے پرہیز کا اصل مقصد یعنی صحت حاصل نہیں ہوتی - نماز ہمکو تقوی کی راہ دکھاتی ہے - لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو ...

حقیقت احتساب کا نتیجه عملي صورت میں دکھا دیتي ھے نماز ھمارے نفس کو سکھاتي تھي ' اور ھم نے روزے میں تمام منہیات سے اجتناب کرکے تقوی حاصل کرلیا - پس نماز کا اصلي نتیجه روزہ ھے اور یہی وجہ ھے کہ وہ نماز کے بعد فرض کیا گیا ' کیونکہ نتیجه کبھي اپنی علت سے منفک نہیں ھوسکتا -

(زکواة و صیام)

روزہ اگرچہ نماز کا عملی نتیجه ھے ' لیکن وہ خود زکوة کی علت بن جاتا ھے - انسان جب روزہ رکھتا ھے تو خود بھوکا پیاسا رھکر غریبوں اور مسکینوں کي بھوک پیاس کا اچھی طرح اندازہ کرلیتا ھے - پس اسے وہ فقراء و مساکین یاد آجاتے ھیں جو بارہ مہینے اُس تکلیف میں مجبوراً مبتلا رھتے ھیں ' جس تکلیف کو روزہ دار نے اپني خوشي سے ایک ماہ کیلیے اختیار کیا - اسکا لازمی نتیجه یه ھے که اوسکے دل میں اونکی اعانت کا حقیقي جذبه پیدا ھوجاتا ھے - اور جب کبھي کسی بھوکے پیاسے کو دیکھتا ھے تو ٹھیک ٹھیک سمجھه لیتا ھے که اسپر کیسی مصیبت طاري ھے ؟

یہي وجه ھے که آنحضرت صلی الله علیه و سلم رمضان المبارک میں معمول سے زیادہ انفاق کیا کرتے تھے ' اور یہي سبب ھے که رمضان کے بعد صدقهٔ فطر واجب کیا گیا -

اس لحاظ سے عبادات کے سلسله میں زکوۃ کا تیسرا درجه اتفاقي نہیں بلکه عقلي ھے ' کیونکه وہ روزہ کا نتیجـه ھے - عبادات کے سلسله میں روزے کا چونکه دوسرا درجه تھا ' اسلیے اوسکے نتیجه کا تیسرا اثر زکوۃ قرار پایا -

(حج و صیام)

حج ان تمـام عبادات کا جامع ھے - اسکے علاوہ وہ اسلام کا آخري فرض ھے - نماز بھي اوسکا جزو ھے جو خطبه و جماعت کے ساتھه ادا کي جاتی ھے - وہ روزہ و زکواة کا بھي ذریعه بن سکتا ھے :

فمن کان منکم مریضا او به اذی من راسه ففدیة من صیام او صدقة او نسک

تو تم میں سے جو مریض ھو ' یا اوسکے سر میں کوئی مرض ھو تو وہ روزے کا یا صدقه کا یا قرباني کا فدیه ادا کرے -

پس وہ اسلام کي عبادات سه گانه کا ایک جامع مرقع ھے جو دنیا کو علی الاعلان دکھایا جاتا ھے -

لیکن در حقیقت حج بھي روزے کا آخري نتیجه ھے ' روزے کا بہترین نتیجه ' یا تقوے کا ایک بہترین مظہر اعتکاف ھے ' جس میں انسان پر وہ چیزیں حرام ھوجاتي ھیں جو خود روزے کے زمانه میں حلال تھیں -

ولا تباشروھن و انتم عاکفون في المساجد تلک حدود الله فـلا تقربوھا کـذلک یبیـن الـله آیـاتـه للنـاس لعلهـم یتقون -

اور اپني عورتوں کے پاس حالت اعتکاف میں نه جاؤ یه خدا کے حدود ھیں انسے بچو ' اسي طرح خدا اپني آیتوں کو انسان کیلیے بیان کرتا ھے که وہ تقوي اختیار کریں -

اعتکاف تقوی کا بہترین مظہر ھے ' اسلیے اوسکے لیے وہ تمام شرائط لازمي ھیں جنکے آغوش میں تقوي نشو و نما پاتا ھے - اعتکاف کیلیے روزہ ضروري ھے جو مجسم تقوی ھے - مسجد کے حدود سے باھر کوئي شخص معتکف نہیں ھوسکتا ' اور مسجد ھي وہ گھر ھے جسکو خدا نے موسس علی التقوي کہا ھے ' پس اعتکاف روزہ کا ایک جزو یا اسکی ایک اعلی ترین شکل ھے ' اور حج کي غرض سے ھم جس مقدس گھر کی زیارت کو جاتے ھیں اسکي تعمیر کا بھي ایک مقصد اعتکاف تھا -

و عهـدنا الی ابراھیم و اسمعیل ان طهرا بیتي للطائفین و العکفین و الرکـع السجود -

اور ھم نے ابراھیم و اسمعیل کو وصیت کي که تم ھمارے گھر کو طواف کرنے والوں کیلیے اور مجاوروں کیلیے اور رکوع سجود کرنے والوں کیلیے پاک کرو !

(شہر رمضان)

لیکن ھمکو سب سے زیادہ اس چیز پر غور کرنا چاھیے جسکي بنا پر قرآن مجید رمضان میں نازل کیا گیا - ھم نماز پڑھتے ھیں ' زکوۃ دیتے ھیں ' حج کرتے ھیں ' لیکن ھم پر کوئي آیت نازل نہیں ھوتي - صرف روزہ ھي ایک ایسي عبادت ھے جسکي برات سے ھم پر پورا قران نازل ھوا : شهر رمضان الذي انزل فیه القران :

الله تعالے نے قران کریم کو صرف متقین کے لیے نازل فرمایا ھے :

ذلـک الـکتـاب لاریب فیه ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ' و یقیمون الصلوة و مما رزقنهم ینفقون - (٢ : ٢)

اس کتاب میں کوئی شبه نہیں - وہ ان پرھیز گاروں کیلیے رھنما ھے جو غیب پر ایمان لاتے ھیں ' نماز پڑھتے ھیں ' اور ھم نے جو کچھه انہیں دے رکھا ھے ' اسمیں سے انفاق و صدقات کرتے ھیں -

روزہ صرف تقوی کا نام ھے ' اس بنا پر قرآن مجید کا حقیقي ظرف رمضان ' اور اوسکا حقیقي مخاطب صرف روزہ دار ھي ھوسکتا ھے :

شهر رمضا الذي انزل فیه القرآن ھدی للناس و بینت من الهدی و الفرقان - (٢ : ١٨١)

رمضان کا وہ مہینه جسمیں قرآن نازل کیا گیا - جو ھدایت ھے لوگوں کیلیے ' اور اوس میں نہایت واضح اور روشن دلیلیں امتیاز و ھدایت کی موجود ھیں -

امام رازي نے لکھا ھے که خدا نے سورۂ بقرہ کے اول میں ھدی للمتقین کہا تھا اور یہاں ھدی للناس کہا ھے ' اسلیے ان دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ھوتا ھے که آدمي وھي ھے جو پرھیز گار ھے - جو پرھیز گار نہیں وہ آدمي نہیں - دوسرے الفاظ میں اس مفہوم کو یوں بھي ادا کرسکتے ھیں که کامل انسان وھی ھے جو روزہ دار ھے - یعني ضبط و صبر اور ایثار کی قوت رکھتا ھے - جو روزہ دار نہیں وہ انسان ھي نہیں - کیونکه انسان وھي ھے جسمیں چارپایوں سے کچھه زیادہ جوھر ھوں - وہ جوھر اسکي ملکوتیت ھے -

روزے سے انسان کے قلب میں تقوی و طہارت کي جو کیفیت الاھیه پیدا ھوجاتي ھے ' اوسکا مظہر اگرچه اوسکی زندگي کا ھر حصه ھوسکتا ھے تاھم اوسکے اظہار کا حقیقي موقع معاملات تمدني ھیں جہاں انسان کا قدم ڈگمگا جاتا اور حـلال و حرام کے درمیان جو مشتبہات ھیں ' اونکي تمیز اوٹھه جاتي ھے - کسي نے امام محمد سے کہا که اپنے زھد میں کوئي کتاب نہیں لکھي - اونھوں نے فرمایا : میں نے معاملات میں کتابیں لکھدي ھیں - زھد کا مظہر اوس سے بڑھکر کیا ھوسکتا ھے ؟

اس لحاظ سے تمہارے معاملات روزے کے نتائج کے اظہار کا بہترین ذریعه ھیں - یہي وجه ھے که الله تعالی نے روزے کے احکام کے بعد فرمایا :

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم و انتم تعلمون - (٢ : ١٨٤)

اور اپنے مال کو باھم ناجائز طریقه سے نه کھاو ' اور نه حکام کو رشوت دو که وہ لوگوں کے مال کا ایک حصه نا جائز طریقه سے کھالیں -

نظم کلام و ترتیب آیات کے لحاظ سے ان احکام کو بظاھر روزے سے کوئي مناسبت نہیں معلوم ھوتي ' لیکن حقیقت یه ھے که روزے کي روح یہی اکل حلال ھے - روزہ نے انسان پر اکل حلال صرف اسلیے حرام کر دیا که وہ اگر سد رمق پر قناعت نہیں کرسکتا تو اوسکو کم از کم زھد و قناعت کا خوگر ھوکر اکل حرام سے تو ضرور بچنا چاھیے - قرآن مجید کا طرز خطاب یہي ھے که وہ مقدمات قائم کر دیتا ھے ' اون کے نتائج پیش کر دیتا ھے ' لیکن یه نہیں بتلاتا که اس میں کون سا مقدمه ھے اور کون سا نتیجه ؟ تاھم فطرت سلیمه خود بخود ان کی طرف ھدایت کرتي ھے - ان ھذا القران یهدي للتي ھي اقوم -

الحسبة في الاسلام

(۳)

(مواقع احتساب)

افق عالم کو برائیوں نے گھیر لیا ھے ' نیکی کا چراغ اس تاریکی میں ٹمٹما رھا ھے ' اسلیے تمکو برائی ھر جگه مل سکتی ھے اور تم ھر جگه شیطان سے جہاد کرسکتے ھو ' لیکن جزئیات کا استقصاء مشکل ھے - بہتر ھوگا که چند ابواب مقسومه میں اصولی طور پر مواقع احتساب متعین کردیے جائیں -

سب سے اول درجه احتساب کا ایمان بالله اور توحید باری تعالی ھے - اور وہ تمام معتقدات جنسے ایمان بالله ترتیب پاتا ھے - لیکن یه حصه بہت وسیع ھے اور اسکے لیے ایک مستقل مضمون درکار ھے - ھم یہاں صرف اعمال کو لینگے -

(۱) عبادات و فرائض و سنن -

عبادات تمکو معلوم ھے که چار ھیں : نماز ' زکوۃ ' روزہ ' حج - سب سے پہلے ان کے قیام و استحکام کیلیے احتساب کرنا چاھیے - یه اگرچه نہایت ضروری ھے مگر پھر بھی آسان ھے - دشواری اوسوقت پیش آتی ھے جب ان میں حشویات و زواید کا اضافه ھو جاتا ھے - اسیکا نام بدعت ھے ' اور انسان ان کے چھوڑنے پر به مشکل آماده ھوتا ھے - علماے اسلام کو اکثر انہی کیلیے جہاد کرنا پڑا - اس زمانے میں تو یه احتساب فرض عین ھوگیا ھے - کیونکه بدعات و زوائد سے شاید ھي کوئی عمل دینی محفوظ رھا ھو -

(۲) معاملات

تجارت میں بھی احتساب کي سخت ضرورت ھے - ایک شخص کم تولتا ھے ' ایک شخص اچھے کے ساتھ ردی مال ملا دیتا ھے ' ایک شخص غله روک لیتا ھے ' ایک شخص نرخ بڑھا دیتا ھے ' ایک شخص گھٹا دیتا ھے ' منڈی میں غله کي گاڑیاں آتی ھیں ' ایک شخص آگے بڑھ کر کل غله خرید لیتا ھے - ایک دیہاتي سودا لیکر آتا ھے ' ھوشیار شہری اوسکو دھوکا دیکر سستے داموں پر خرید لیتا ھے - اسلام میں یه تمام مواقع پیش آے ھیں اور ان پر احتساب کیا گیا ھے ' جیسا که کتب حدیث میں به تصریح مذکور ھے - تمدن جدید نے ان مخادعات و فریب کو اور با قاعده اور وسیع تر کردیا ھے ' اسلیے جہاں جہاں اسلامی ابادیاں جدید تمدن کے رذائل و معائب کا شکار ھوئی ھوں ' وھاں اس احتساب کي بھی نہایت سخت ضرورت ھے - علی الخصوص هندوستان اور مصر میں -

ملازمت کي ھر قسم کی بددیانتي قابل مواخذه و احتساب ھے - رشوت خواري ' عدم اداے فرائض ' اور قبول رشوت بصورت ھدایا جو نہایت کثرت کے ساتھ جاری ھے اور جسکی نسبت نہایت صراحت سے احادیث کثیرہ و مشھورہ میں ممانعت کي گئی ھے ' وغیرہ و غیرہ -

(۴) اخلاق و عادات کی نگرانی -

انسداد شراب نوشي ' قمار بازي ' ترویج فحاشي ' نا جائز گدا گري ' مسافروں کو خدع و فریب دینا ' اسکے علاوہ انکے مقدمات و دواعی کا استیصال بھي احتساب کا وسیع میدان ھے - یعني ان تمام چیزوں کو بھي روکنا چاھیے جو گو خود ان مفاسد میں داخل نہیں ھیں لیکن ان مفاسد کا پیش خیمه اور وسیله ھیں - اس سلسله میں مسلمانوں کي شادي و غمی کی رسم و رواج بہت بڑا موقعۂ احتساب ھیں - اکثر صورتوں میں انکي تفریحی مجالس کي نشاط فرمائیاں فسق و فجور اور کبائر و منکرات کا وسیله بن گئي ھیں - اسراف و تبذیر جو سب سے بڑي معصیت ھے ' نہایت مہلک اور برباد کن حد تک پہنچ گیا ھے - پس ارباب احتساب کی دعوت و تبلیغ اور سعي و مجاھدات کو اسپر متوجه ھونا چاھیے -

(۵) صیغه دیوانی و ملکي کا میدان بھی احتساب کا بہترین معمل ھے - صیغه مال ' صیغه دیواني ' خراج و مالگذاري کي تشخیص ' جیل خانوں کی اصلاح ' پولیس کے مظالم کا انسداد ' کونسلوں کی وسعت ' میونسپلٹی کي باقاعدگي ' محکمه زراعت و محکمه حفظان صحت کي نگرانی ' غرض تمام محکمه ھاے حکومت جو انسان کي آرام و آسایش کے ذمه دار ھیں ' سب سے زیاده قابل توجه و التفات ھیں - بدقسمتي سے اسمیں هندوستاني رعایا کو بہت کم دخل ھے - اسلیے سر دست هندوستان میں اسکا موقعه ناپید ھے -

(۶) تعلیمي یعني مدارس اسلامیه کي اصلاح ' مدارس سرکاري کا با قاعده مراقبه ' تعلیم عام کي اشاعت اور مضر تعلیم کو روکنا ' صحیح و صالح تعلیم و تربیت کو رواج دینا ' احتساب کے سلسلے میں داخل ھیں اور اس سفر کي نہایت اھم منزلیں ھیں -

غرض ھر وہ قوت فاعله جو دنیا پر بھلا یا برا اثر ڈال سکتي ھے احتساب کي طالب ھے - اسلیے تمام دنیا ایک عام صیغه احتساب ھے

اسیلیے اسلام میں ھمیشه صیغه احتساب قائم رھا ' اور حدود شرعیه ' ضمان و قصاص ' عقوبات مالیه و بدنیه ' اسي غرض سے قائم کیے گئے - که دنیا کا معیار اخلاق اپنے توازن طبیعي کے ساتھ قائم رھے - دنیا میں حکومتوں اور سلطنتوں کو احتساب ھی نے قائم کیا ھے ' اور سلطنت کے تمام اجزاء احتساب ھی کے زیر اثر کام کررھے ھیں : کلکم راع و کل راع مسئول عن رعیته -

(احتساب اعظم)

دنیا میں جب تک اسلامي سلطنتیں قائم رھیں ' عبادات اخلاق ' تجارت ' ملازمت ' سیاست ' تعلیم ' غرض ھر چیز میں مذھب کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا تھا اور رشتۂ احتساب دین کے ھاتھ میں تھا ' لیکن اب جبکه تمھارے دلوں میں نور ایمان نہیں رھا تو تمھیں ھر چیز تاریک نظر آتی ھے - عبادات میں مذھب کي جھلک البته نظر آجاتي ھے اور رمضان میں مسجدوں کي قندیلیں گاہ گاہ اسے نمایاں کردیتي ھیں ' لیکن اگر یہي لیل و نہار ھیں تو ممکن ھے که یه چراغ بھي زیاده عرصه تک روشن نه رھیں - لا قدر الله ! اسکے علاوہ تمام چیزوں پر سیاست کا رنگ چڑھ گیا ھے - تجارت ' ملازمت ' تعلیم ' غرض ھر چیز سے تم اسلیے بھاگتے ھو که یه سیاست کا میدان ھے اور ھمکو اس میں قدم نہیں رکھنا چاھیے ' لیکن تمکو گھبرانا نہیں چاھیے - سلطنت کے تمام اجزاء بھي احتساب ھي کا فرض ادا کر رھے ھیں - مجسٹریٹ سزا دیتا ھے که اخلاق کا معیار پست نه ھونے پاے ' جج حق دلواتا ھے که انصاف قائم رھے ' ڈاکٹر علاج تقسیم کرتا ھے که انسان کا مزاج اعتدال پر رھے ' پس تمکو خوش ھونا چاھیے که غیر تمھارا کام کر رھے ھیں ' البته چونکه تم مومن ھو - اسلیے تمکو محتسب اعظم بنکر خود انکا احتساب لینا چاھیے که وہ اپنا فرض ادا کر رھے ھیں ؟ سچا احتساب انکے اندر ھے یا نہیں ؟

مذاکرۂ علمیہ

علم النباتات کا ایک جدید صفحہ

(مسٹر بوس کا اکتشاف جدیدہ)

روح نباتات اور احساس

(۲)

(قدیم تحقق)

گذشتہ صحبت میں تم نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ حیوانات اور نباتات کے ہیجانوں میں کس درجہ مشابہت و مماثلت ہے؟ اور اسلیے غالباً تم دونوں کو یکساں طور پر "ہیجان" اور "عمل عصبی" سمجھتے ہوگے -

لیکن علماء وظائف الاعضاء نباتات کے سر خیل، علامہ پیفر (Peffer) کے بعض تجارب کی بنا پر یورپ میں یہ امر قطعی طور پر طے پاگیا تھا کہ حیوانات میں جس شے کو دفع عصبی (Nervous in pulse) کہتے ہیں، اسکے مقابلہ میں نباتات کے اندر کوئی شے نہیں ہے - چنانچہ تمام علماء نباتات برابر یہی کہتے آئے ہیں کہ جسکو ہم بظاہر دفع عصبی سمجھتے ہیں، وہ عمل عصبی نہیں بلکہ ایک طرح کا عمل میکا نیکی ہے -

وہ کہتے ہیں کہ پودوں کے جو نسیج طبیعی مقدار سے زیادہ بڑے نظر آتے ہیں، انکی نسبت سمجھنا چاہیے کہ وہ گویا ربڑ کی نلکیاں ہیں جنمیں پانی بھرا ہوا ہے - جب ہم کہربا کے ذریعہ یا کسی اور مکا نیکی طریقہ سے تنبہ و تحریک پیدا کرتے ہیں تو گویا ان پانی سے بھرے ہوے نسیجوں کو نچوڑنے لگتے ہیں - اسلیے پانی اندر سے پورے زور کے ساتھہ اچھلکر نکلتا ہے اور نکل کے پودے کے اس عضو متعلق (پل وي نس) سے ٹکراتا ہے - اس تصادم کی وجہ سے پل وي نس سکڑنے لگتا ہے، اور باہر کی پتیاں کمہلا کے جھک جاتی ہیں -

ڈاکٹر بوس کی تحقیقات سے پیشتر تمام علمی دنیا کا ان بیانات پر ایمان کامل تھا مگر اب علم کی ایک مشرقی رسالت نے اس ایمان کو متزلزل کر دیا ہے!

اب ہم کو اس طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ کیا در حقیقت نباتات میں ہیجان یا حرکت کا انتقال عصبی نہیں ہے بلکہ مکا نیکی ہے؟ اسکے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے انتقال عصبی اور انتقال میکانیکی کا باہمی فرق سمجھہ لینا چاہیے -

(انتقال میکا نیکی اور انتقال عصبی)

کسی جسم کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر صناعی اور آلی طریقہ سے (یعنی بذریعہ آلات کے) جانے اور منتقل ہونے کا نام "انتقال مکا نیکی" ہے -

مثلاً تمہارے شہر میں زمین کے نیچے آہنی نلوں کا ایک جال پھیلا ہوا ہے جسے تم پایپ یا پم کہتے ہو - اسمیں ایک مخصوص مخزن سے پانی ڈالا جاتا ہے اور بعض مشینوں کی وساطت سے تمہارے گھروں تک پہنچ جاتا ہے - یعنی ایک جسم سیال (پانی) بعض آلات کے عمل سے اپنی جگہ سے چلتا ہے اور چلکر تم تک آجاتا ہے - یہی انتقال میکانیکی ہے -

انتقال عصبی میں بھی قریباً وہی ہوتا ہے جو انتقال مکانیکی میں ہوتا ہے - اعصاب نہایت چھوٹے چھوٹے ذرات سے مرکب ہیں - ان ذرات میں حرکت و انتقال کی قابلیت موجود ہے - جب اعصاب میں کسی قسم کی تنبیہ یا تحریک ہوتی ہے تو ان ذرات میں آشفتگی و برہمی پیدا ہوجاتی ہے - اسی برہمی و انقلاب کا نام ہیجان ہے -

جب اعصاب اپنی پوری زندگی یا بہتر و موافق وظائف الاعضائی حالت میں ہوتے ہیں، تو اسوقت یہ قوت اپنے اوج و شدت پر ہوتی ہے - ضعیف سے ضعیف تنبیہ اور خفیف سی خفیف تحریک بھی ذرات میں ایک انقلاب عظیم اور برہمی عام پیدا کردیتی ہے - اور اسلیے سخت ہیجان محسوس ہوتا ہے -

لیکن جب اعصاب کی وظائف الاعضائی حالت عمدہ نہیں ہوتی، تو ذرات کی برہمی اور ہیجان کی شدت میں بھی فرق آجاتا ہے -

یہ حالت اعصاب موصلہ conducting nerves سے ہوکے گزرتی ہے، اور جہاں سے گزرتی ہے، اس مقام کے ذرات میں انقلاب و برہمی پیدا ہو جاتی ہے - یہی جا بجا اور منزل بمنزل بڑھنے والا انقلاب ذرات ہے جسے تنبہ عصبی nervous epulsim کے انتقال سے تعبیر کیا جاتا ہے -

(وظائف الا عضائی اعتدال)

ہم ابھی لکھہ آئے ہیں کہ ہیجان کی شدت اور اسکا ضعف اعصاب کی حیات تامہ اور موافق و سازگار وظائف الا عضائی حالت پر موقوف ہے، اسلیے ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ "موافق وظائف الاعضائی حالت" سے ہماری مراد کیا ہے؟

اس سے ہمارا مقصد اعتدال حرارت و برودت ہے -

اعصاب کے اداء وظائف پر حرارت و برودت کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے - جسوقت اعصاب کے کسی حصہ میں تنبہ یا تحریک پیدا ہوتی ہے، اگر اسوقت وہ معتدل حالت میں ہوتے ہیں تو انمیں ایک طبیعی و عادی ہیجان پیدا ہوتا ہے - لیکن اگر یہ اعتدال موجود نہو بلکہ برودت غالب ہو، تو پھر جسقدر برودت کا غلبہ ہوتا ہے اسیقدر ہیجان میں بھی کمی ہوتی جاتی ہے - یہاں تک کہ جب برودت بہت زیادہ بڑھجاتی ہے تو پھر ہیجان بالکل باطل ہو جاتا ہے - یہی بطلان ہیجان ہے جس کو مرض فالج کہتے ہیں -

لیکن اگر برودت کے بدلہ حرارت کا غلبہ ہے تو اس سے ہیجان میں ایک غیر طبیعی حالت پیدا ہوتی ہے - اس حالت کے حد سے زیادہ ہونے کے بعد برودت کے نتائج کی طرح اسکے نتائج بھی سخت خطرناک ہو جاتے ہیں -

بعض ایسے وسائل بھی ہیں جنکے ذریعہ سے اعصاب میں ہنگامی طور پر فالج کی سی کیفیت پیدا کی جاسکتی ہے - انکو اصطلاح میں anaesthetics کہتے ہیں -

انکے اثرات کا اصلی عمل یہ ہے کہ وہ اعصاب کی قوت تنبہ پر قبضہ کر لیتے ہیں - اسی طرح بعض ایسی سمیات (زہریلی دوائیں) بھی ہیں جنکے ذریعہ اعصاب کی قوت ایصال کو فنا کردیا جاسکتا ہے -

اس تمهیدی تفصیل کے بعد اب یه آسانی سے سمجهه میں آسکتا ہے که انتقال مکانیکی اور انتقال عصبی میں کیا فرق ہے ؟

مثلا پانی جو میکانیکی طور پر پالپ سے نکلتا ہے، اس پر موثرات طبیعیه یعنی گرمی سردی کا اثر نہیں پڑتا - نه پالپ کے احساس میں (اگر اسمیں احساس هو) کچهه فرق آتا ہے، اور نه پانی کی روانی میں کچهه کمی هوتی ہے - اگر اسکے گرد سم آلود پٹی باندهدیجاے یا خود اسی میں زهر کے قطرے ڈالدیے جائیں - جب بهی اسکی قوت ایصال میں کچهه فرق نه آئیگا -

لیکن اگر انهی چیزوں کا استعمال کسی حیوانی عصب پر کیا جائیگا تو وه ضرور متاثر هوگا -

اب اگر تم کسی انتقال کے متعلق یه معلوم کرنا چاهتے هو که یه میکانیکی ہے یا عصبی، تو اسکی صورت یه ہے که پہلے دیکهو که وظائف الاعضائی تغیرات کا اثر اس پر پڑتا ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں پڑتا تو وه مکانیکی ہے ورنه عصبی -

یورپ میں مشهور جرمن عالم وظائف الاعضاء کے تجارب کی بناء پر یه فیصله کرلیا گیا ہے که نباتات میں صرف انتقال مکانیکی ہے - حالانکه مسکین پفیفر کا تجربه صرف ایک مخدر و منوم دوا تک محدود ہے - اسنے کلورو فارم ممومسا کے تنے کی بالائی سطح پر استعمال کیا اور اسکے بعد اسے مس کیا - پتیاں بدستور کمهلا کے جهک گئیں - اس سے وه اس نتیجه پر پہنچا که نباتات میں انتقال میکانیکی ہے نه که عصبی -

واقعی بظاهر یه تجربه قابل استناد معلوم هوتا ہے اور جو شخص سنتا ہے وه ابتدا میں باسانی پفیفر کی راے سے اتفاق کرلیتا ہے - چنانچه ڈاکٹر بوس ایک موقع پر لکهتے هیں :

" خود مجهه پر بهی اسکا اثر عرصے تک بهت قوی رها لیکن تهوڑے غور و خوض کے بعد اصل حقیقت منکشف هوگئی -

معلوم هوتا ہے که پفیفر اپنے تجارب میں ان داخلی نسیجوں کو متاثر نه کرسکا جو احساس کا اصلی سرچشمه هیں - یه کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے کیونکه یه کام نهایت مشکل تها - اسمیں کچهه درختوں هی کی خصوصیت نہیں ہے - حیوانات میں بهی اسکی مثالیں بکثرت ملتی هیں - مثلاً اگر حیوانات کی بالائی جلد پر کلورو فارم کا استعمال کیا جاے تو اسکا اثر ان عصبی تهیلیوں (Nerve trunk) تک نہیں پہنچتا جو عضلات کے درمیان هوتی هیں -

اسی خیال سے میں نے از سر نو اس مسئله پر غور کرنا شروع کیا، اور اسکے لیے مختلف باره طریقے استعمال کیے - اب ان تمام طریقوں سے یه امر ثابت هوگیا ہے که نباتات میں جس قسم کا تنبه هوتا ہے اسکی نوعیت بعینه وهی ہے جو حیوانات کے تنبه کی ہے " -

(طرق دوازده گانه)

مسٹر بوس کے ان باره طریقوں میں هم تین طریقوں کو نهایت اختصار کے ساتهه بیان کرینگے -

سرعت تاثر اور ذکاوت حس کے لحاظ سے هم نے ممومسا کو شروع میں انتخاب کیا تها اور اسوقت بهی اسی کے تجربۂ و مثال کو قائم رکهتے هیں - ممومسا میں جو تنبه هوتا ہے، ظاهر ہے که یه عصبی قرار پائیگا بشرطیکه ثابت هوجاے که:

(۱) وظائف الاعضائی تغیرات کا اثر تنبه کے انتقال کی رفتار پر پڑتا ہے -

(۲) جن وظائف الاعضائی موانع کی وجه سے حیوانات میں تنبه کو روکا جاسکتا ہے، بعینه انهی موانع کے ذریعه یہاں بهی تنبه کو روکا جاسکتا ہے -

(۳) طبیعی انتشار کے بغیر هیجان کا آغاز اسکے دائره کی توسیع هوسکتی ہے -

آخری تحقیقات نے همارے لیے ایسے آلات فراهم کردیے هیں جنکے ذریعه هم انتقال تنبه کی رفتار اور مختلف حالات میں اسکے تغیرات معلوم کرسکتے هیں -

آینده نمبر میں هم ان آلات کے متعلق تفصیل سے بحث کرینگے -

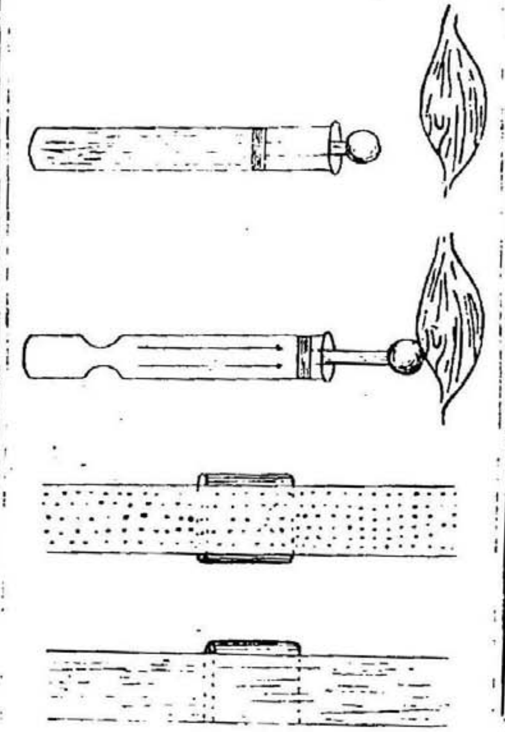

(۱) یه پتی اور پچکاری کی دو مختلف حالتوں کا مرقع ہے بالائی تصویر اس حالت کی ہے جب پتی اور پچکاری دونوں ایک دوسرے سے علحده هیں - دوسری زیریں تصویر میں پچکاری کی گولی پتی کے کنارے سے ملی هوئی دکهائی گئی ہے - یهی حالت تجربه و عمل کی ہے -

اس دوسری تصویر میں نظریۂ انتقال میکانیکی کو مصور کرکے دکهایا گیا ہے -

یعنی یوں فرض کیجیے که نباتات کے وه نسیج جو معمولی مقدار سے زیاده ضخیم نظر آتے هیں مثل ایک پچکاری کے هیں - جب هم اس پچکاری کا ایک سرا دباتے هیں تو پانی زور کے ساتهه نکلنا چاهتا ہے اور اسی کوشش میں وه گولی نما سرے کو آگے دهکیلتا ہے - یه دوسرا سرا آ کے پتی کے متقلص نسیج سے لگتا ہے اور وه سکڑنے لگتا ہے -

(۲) اس موقع میں انتقال عصبی اور انتقال میکانیکی کی تصویر کهینچی گئی ہے -

هم نے مضمون میں یه بتا دیا ہے که انتقال عصبی ان چهوٹے چهوٹے ذرات کے انتشار و آشفتگی کا نام ہے جن سے اعصاب مرتب هوتے هیں - انکو اصطلاح میں دقائق کیمیاریه بهی کهتے هیں - چنانچه مندرجه بالا تصویر میں آپ دیکهتے هونگے که بهت سے نقطے نقطے پریشان و منتشر هیں -

انتقال میکانیکی کی حقیقت یه ہے که ایک سیال ماده متحرک هوتا ہے - دوسری زیریں تصویر اسی انتقال کو واضح کرتی ہے - اسمیں سیال ماده کی موجیں خطوں کی شکل میں دکهائی گئی هیں -

دونوں تصویروں کے وسط میں آپ دو خط دیکهتے هیں - یهی وه مقامات هیں جہاں پر مخدر ادویه کا استعمال کیا گیا ہے -

وثائق و حقائق

ليلة القدر

عالم تقدير خاموش نہيں ھے - وہ ايک امام ناطق ھے - اُس نے مجموعي طور پر تمام عالم كى قسمت كا فيصله ازل هي ميں كرديا تها ' ليكن اشخاص و اقوام كى تقدير كا فيصله هميشه هوتا رهتا ھے -

كاركنان قضاء و قدر بہت سي قوموں كى قسمت كا فيصله كرچكے تهے ' مگر ايک باديه نشين قوم پہاڑوں كے دامن ميں دبى پڑي تهى - اُنهي پہاڑوں كے غار سے آتشين شريعت كا ايک شراره اڑا ' اور دفعةً خرمن جهل و ضلالت پر برق خاطف بنكر گرا - اس مرده قوم كى سوئي هوئي تقدير نے مدت كے بعد ايک خاص رات ميں كروٹ بدلي ' اسليے اس رات كو ليلة القدر كہا گيا ' كيونكه اسي رات ميں اوسكے كارنامه اعمال كو قرآن حكيم كے ذريعه سے معين و مقدر كرديا گيا تها :

انا انزلناه في ليلة القدر — هم نے اوسكو ليلة القدر ميں نازل كيا (۱)

ليلة القدر : قيل ليلة الشرف و الفضل و قيل ليلة التدبير و التقدير و هو اقرب (احكام القران لابن عربي)

* * *

عربى زبان ميں متكلم كيليے " اني " و " انا " كي دو ضميريں هيں جو به ترتيب " واحد متكلم " و " جمع متكلم " كيليے مستعمل هوتي هيں - الله تعالى نے جب حضرت آدم عيله السلام كو دنيا كي نشاة اولى كا موسس بنانا چاها تو فرمايا :

انى جاعل في الارض خليفه (۲ : ۹۲) — ميں زمين ميں ايک خليفه بنانے والا هوں ·

اس آيت ميں الله تعالى نے اپنے ليے معمولي صيغهٔ واحد متكلم كا استعمال كيا ھے ' كيونكه اشيا و امثال كا پيدا كرنا اسكي قدرت كامله كے نزديک كوئي غير معمولي اهميت نہيں ركهتا تها - ليكن بطون و ارواح كي نشاة جديده دنيا كيليے مايه صد رحمت و بركت تهي ' اسليے الله تعالى نے جب كسي پيغمبر كو اس نشاة حقيقه كا ذريعه بنايا ھے تو اس موقع پر اپنے ليے ضمير جمع متكلم كا صيغه استعمال كيا ھے جو واحد كيليے تعظيم و شرف كا پہلو ركهتا ھے - يه تعظيم در حقيقت اوس جديد روح سعادت و هدايت كي اهميت و عظمت كو نماياں كرتي ھے جو دنيا ميں ظهور پذير هونا چاهتى ھے ·

حضرت آدم عليه السلام نے دنيا كا قالب موزوں تيار كرديا تها ليكن وہ روح سے يعني ترقي يافته دين الهى كي حقيقى روح سے خالي تها - الله تعالى نے سب سے پہلے حضرت نوح عليه السلام كو يه امانت ديكر دنيا كي طرف بهيجا جو ايک عظيم الشان روحاني انقلاب تها ' پس ضمير تعظيمي سے اسكا اظهار كيا :

انا ارسلنا نوحا — هم نے نوح كو بهيجا ·

* * *

ليكن يه روح امتداد زمانه سے فرسوده هوگئي تهى ' بلكه سچ يه ھے كه بالكل مرده هوگئي تهي - اسليے الله تعالے نے قران مجيد كے ذريعه اس روح مرده كو ' اس گل پژمرده كو ' اس بخت خفته كو ' پهر زنده كيا ' شگفته كيا - بيدار كيا ' يه ايک عظيم الشان انقلاب تها جس نے نقشه عالم كو يكسر پلٹ ديا تها پس هميشه اسكي اهميت بهي ضمير تعظيمى كے پردے ميں نماياں كي گئي :

انا نحن نزلنا الذكر (۹ : ۱۵) — همیں هيں كه هم نے اپنے ذكر كو نازل كيا ·

انا انزلناه في ليلة القدر — هم نے اوسكو ليلة القدر ميں نازل كيا ·

* * *

اسي كتاب ذوالخطر والبال كو خدا نے " كوثر " بهي كہا ھے كه وہ مايه خير كثير ھے :

انا اعطيناك الكوثر — هم نے تمكو كوثر يعنے قران عطا فرمايا ·

يہاں بهي قران كا ذكر متكلم جمع تعظيمي سے كيا -

اسي كے ذريعه دين ابراهيمي زنده هوا ھے ' اسليے اس تيغ خير كے عطا كرنے كے بعد الله تعالے نے اوسكي سب سے بڑي ياد گار " قرباني " كے قائم كرنے كا حكم ديا :

فصل لربك وانحر — تو اپنے خدا كي نماز پڑه اور قرباني كر!

الله تعالے نے اسي دين كے ذريعه ابراهيم عليه السلام كي يادگار اور ذكر عظيم كو قائم ركها :

و جعلنا لهم لسان صدق عليا — اور هم نے انكے ذكر خير كو رفعت و بلندي عطا كي -

آنحضرت كا ذكر جميل بهي اوسيكي بركت سے غلغله انداز عالم روح و ايمان ھے - و رفعنا لك ذكرك اسليے ان دونوں مقامات ميں بهي جمع متكلم كے ساتهه ذكر كيا گيا ھے -

* * *

مذهب كي پاک روح مرده هوگئي تهي ' ليكن اس رات ميں اعاده معدوم اور حيات بعد الممات هوا - وہ كتم عدم سے عالم شهود ميں اوتري :

---

(۱) يہاں فرمايا كه قران كريم ليلة القدر ميں اترا - اور سورهٔ بقر ميں فرمايا كه رمضان ميں : شهر رمضان الذي انزل فيها القران - پس اس سے ثابت هوا كه ليلة القدر سے رمضان هي كي رات مراد ھے - نزول قراني سے مقصود يه ھے كه نزول كا اغاز ليلة القدر اور رمضان المبارک ميں هوا ورنه يه ظاهر ھے كه پورا قران نجماً نجماً ۲۳ برس ميں نازل هوا ھے -

" قرآن " اور " الكتاب " كا اطلاق جس طرح كل پر هوتا ھے اسي طرح اسكے ايک جزء پر بهي هوسكتا ھے - قران كے هر ٹكڑے كو الله نے قران اور الكتاب كہا ھے -

ليكن بعض مفسرين كو خيال هوا كه " انا انزلناه في ليلة القدر " سے مقصود پورے قران كا نزول ھے ' اسليے انهوں نے طرح طرح كي تاويليں كيں - مثلاً كہا گيا كه قران كريم رمضان كي بيس راتوں ميں جبريل عليه السلام كو ديا گيا اور انهوں نے ۲۰ سال كے اندر انحضرة صلى الله عليه وسلم پر نازل كيا - ليكن قاضي ابوبكر ابن عربي لكهتے هيں :

و من جهالة المفسرين انهم قالوا ان السفرة القته الى جبريل فى عشرين ليلة و القاه جبريل الى محمد عليهما السلام فى عشرين سنة و هذا باطل ليس بين جبريل و بين الله واسطة ولا بين جبريل و محمد عليهما السلام واسطه (احكام القران جلد ۲ صفحه ۳۱۷)

اور مفسرين كي يه جهالت ھے جو وہ كہتے هيں كه قران كريم بيس راتوں كے اندر خدا نے جبريل عليه السلام كو ديا اور انهوں نے بيس سالوں كے اندر محمد صلى الله عليه وسلم پر نازل كيا - سو ايسا كہنا بالكل باطل ھے - نه تو خدا اور جبريل ميں كوئي واسطه ھے اور نه جبريل اور انحضرة عليهما السلام ميں كوئي واسطه -

تنــزل الملٹکة والروح فيها باذن ربهم -	اوس رات ميں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے اترتے هيں -

فرشتے اور روح اس رات ميں اترتے هيں' مگر بتدريج پورے ايک مهينے ميں اوترتے هيں کيونکه دنيا کا دامن دفعة ان برکات و فضائل کے سميٹنے کي وسعت نهيں رکهتا :

داماں نگه تنــگ گل حسن تو بسيار
گلچيں نگاه تو ز داماں گلــه دارد

* * *

ليکن يه ملائکه کيا هيں ؟ اور اس روح کي حقيقت کيا هے ؟ الله تعالى نے خود اسي آيت ميں اس حقيقت کو واضح کرديا هے : من کل امر سلام يعنى وه ملائکه اور روح امن اور سلامتي هيں - جو دنيا کو يکسر امنية و سلامتي کي برکتوں سے معمور کرديتے هيں !

* * *

يه سکون' يه اطميذـان کامل' يه سلامتي' يه امن عام جو هم پر آسمان سے اترا' صرف عرب کے ليے مخصوص نه تها بلکه وه مشرق و مغرب دونوں کو محيط هے - همارا آفتاب اگرچه مغرب سے طلوع هوا تها جو همارا قبلهٔ ايمان هے' ليکن اسکي شعاعوں نے مشرق کے افق کو بهي روشن کرديا جهاں سے دنيا کا سورج نکلتا هے' اور جهاں سے صبح کا ستاره طلوع هوتا هے :

هـي حتــى مطلـع الفجر -	وه امن و امان کا پيغام صبح کے طلوع هونے کي جگه تـک يعنے مشرق تـک پهنچ جائيگا -

دنيا نے اس وعدے کي صداقت کو ديکهه ليا' جب خدا کے پاک فرشتے يعني قرآن نے مشرق و مغرب دونوں کو اپنے پروں کے نيچے چهپا ليا - ان الله على کل شی محيط -

* * *

امن عام کا يه پيغام کيا هے ؟ اور وه کيونکر مشرق و مغرب تـک پهونچايا جائيگا ؟

قرآن حکيم نے دوسري آيتوں کے ذريعه اس نکته کو حل کرديا هے :

انا انزلنــاه في ليلـة مبارکة انا کنا منذرين فيها يفرق کل امر حکيم امرا من عندنا انا کنـا مرسلين- رحمة من ربک انه هو السميع العليم - (۴۴ : ۴)	هم نے قران کو ايک مبارک رات ميں اتارا کيونکه هم دنيا کو اسکي ضلالت کے نتائج سے ڈرانے والے تهے - تمام انتظامات الاهيه جو حکمت و مصلحت عالم پر مبني هيں' اسی رات ميں طے پاتے هيں - از انجمله قران کا نزول جو اسي رات ميں شروع هوا - نيز هميں اپنا

رسول بهيجنا مقصود تها' جسکا ظهور الله کي رحمت کا نزول هے -

اب ان دونوں سورتوں کے تطابق و تشاکل پر غور کرنا چاهيے -

الله تعالى نے سورة قدر ميں فرمايا : انا انزلناه في ليلة القدر اور يهاں فرمايا : انا انزلناه في ليلة مبارکة اسليے يه دونوں راتيں ايک هی هيں - وهاں فرمايا تها تنزل الملئکة والروح فيها باذن ربهم من کل امر سلام اور فـرمايا : فيها يفرق کل امر حکيم امرا من عندنا - اس بنا پر يه " امر سلام " اور يه " امر حکيم " جسکي تنزيل و تقسيم ليلة القدر ميں خدا کے حکم سے کی گئی هے' دونوں ايک هي چيزيں هيں -

* * *

ليکن سوال يه هے که خود وه " امر سلام " اور " امر حکيم " کيا چيز هے ؟ دوسري آيتوں نے اسکي بهی تفسير کردي هے :

الرا : تلک آيت الکتب الحکيم - اکان للنـاس عجباً ان اوحينـا الى رجـل منهم ان انذر النـــاس وبشر الذين آمنوا ان لهم قدم صدق عند ربهم ؟	يه قرآن حکيم کی آيات هيں' پهر کيا لوگوں کو تعجب هے که هم نے انهی ميں سے ايک آدمی پر وحي کی تاکه وه لوگونکو ڈرائے اور مومنوں کو اس بات کا مژده سنائے که خدا کے رحمت کے پيچهے اونکا قدم جم گيا هے ؟

اسليے يه " امر حکيم " اور يه " امر سلام " خود قرآن کريم هے جو ليلة القدر ميں نازل کيا گيا -

* * *

الله تعالى نے سورهٔ قدر ميں قرآن حکيم کي چند خصوصيات کا اجمالي ذکر فرمايا تها' ليکن اس آيت ميں وه خصوصيتيں به تفصيل بيان فرمائي هيں -

سورهٔ قدر ميں فرمايا تها که " وه سورج کے طلوع هونے کي جگه تک پهيل جائيگا " يه نهايت مجمل طرز خطاب تها - سورهٔ دخان ميں اوسکي تفسير بهی کردي : فيها يفرق کل امر حکيم امرا من عندنا يعنے قرآن حکيم کي آيتيں همارے حکم سے ايک پيغمبر پر تقسيم کی جاتي هيں تاکه وه دنيا کے سامنے ان آيتوں کو لے کے جالے اور هر شخص کے آگے اس خوان کرم کو بچهادے' تاکه هر شخص اپنا حصه لے لے : انا کنا مرسلين رحمة من ربک - ليکن دنيا غفلت کی نيند ميں سو رهي تهي' اسليے يه ابر رحمت پہلے گرجا تاکه دنيا جاگ اوٹهے - اوس نے اپنی چادر غيب سے پہلے اوس هاتهه کو نکالا جس ميں بجلي کا تازيانه تها :

يا ايها المدثر! قـم فانـذر !	او چادر اوڑهنے والے ! اوٹهه' اور ڈرا !

پہلے اوسکو گرجنے اور تڑپنے کي ضرورت تهي' اسليے وه گرجا' چمکا' تڑپا' انا انزلناه في ليلة مبارکة انا کنا منذرين ليکن درحقيقت اوسکا يه وصف عارضي تها' ورنه رفق و ملاطفت اوسکا مايهٔ خمير' اور عنصر حقيقي هے : عزيز عليه ما عنتم حريص عليکم بالمومنين روف رحيم - اسليے وه روئی کے گالے سے بهی زياده نرم و سفيد بادل کا ايک ٹکڑا تها' جو آب شيريں کا خزانه اپنے ساتهه رکهتا تها اگرچه ابتدا ميں بجلي کی کڑک اسکا مظهر ورود هوئی' يه انذار و وعيد' يه قهر و غضب اوس قوم کی شامت اعمال کا نتيجه تهی' ورنه پيغمبر امي خـدا کی طرف سے صرف بشارت رحمت اور لطف و کرم کا مجسمه بنا کر بهيجا گيا تها : انا کنا مرسلين' رحمة من ربک -

ليکن خدا کی يه رحمت صرف عرب کے ساتهه نه تهي - بلکه اس ابر کـرم نے تمـام مشرق و مغرب کو جل تهل کرديا - چنانچه دوسري جگه رحمة من ربک کی تفسير کردي گئی -

ما ارسلـنـاک الا رحمة للعالمين -	هم نے تجهکو تمام دنيا کيليے صرف رحمت هي رحمت بنا کے بهيجا !

* * *

" ليلة القدر " کو تمام راتوں پر صرف اسی ليے فضيلت نهيں هے که اوسميں عبادت کا ثواب تمام راتوں سے زياده ملتا هے بلکه اس بنا پر بهي که اوس ميں همکو ايک کتاب ديگئی اور همکو مشرق و مغرب ميں اوسکی منادي کرنے کا حکم ديا گيا - بادشاهوں کی منادي طبل و علم کے ساتهه کی جاتی هے' ليکن خدا کی منادي تهليل و تکبير کے ساتهه هونی چاهيے - رمضان کے بعد عيد کا حکم اسي ليے ديا گيا تا که تهليل و تکبير کی مقدس صداؤں ميں اسلام کے جاه جلال' ظهور و قوت' اور وسعت و اثر کا سماں دنيا کو نظر آجائے - ولتکبروا الله على ما هداکم و لعلکم تشکرون -

پهر آه تمهاري غفلت کيسی شديد اور تمهاري گمراهي کيسي ماتم انگيز هے که تم ليلة القدر کو تو ڈهونڈهتے هو پر اس کو نهيں ڈهونڈهتے جو ليلة القدر ميں آيا اور جسکے ورود سے اس رات کي قدر و منزلت بڑهی - اگر تم اسے پالو تو تمهارے ليے هر رات ليلة القدر هے :

هر شب شب قدر است اگر قدر بدانی !

باب التفسیر

و علی الذین یطیقونه طعام فدیة طعام مسکین (۲ : ۱۸۱)

اس آیة سے اجمالاً ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں ایک گروہ ایسا بھي قرار دیا گیا ہے جو روزہ کا فدیہ ادا کرکے اس فرض سے مستثنیٰ ہوجاتا ہے' لیکن گفتگو یہ ہے کہ وہ کونسا گروہ ہے؟ مفسرین کرام نے متعدد وجوہ نقل کیے ہیں :

(۱) ابتداء اسلام میں ہرشخص کو روزہ رکھنے یا فدیہ دینے کا عام اختیار تھا' جس کا جی چاہتا تھا روزہ رکھتا تھا اور جس کا جی چاہتا تھا فدیہ دیدیتا تھا - لیکن چند دنوں کے بعد فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ (جو تم میں سے یہ مہینا پاے تو وہ روزہ رکھے) نے اس عام حکم کو منسوخ کردیا -

(۲) یہ حکم ابتداء هي سے بوڑھوں کے ساتھہ مخصوص تھا' بعد کو اون کے لیے بھی منسوخ ہوگیا' اس بنا پر " یطیقون " سے پہلے " لا " کو محذوف ماننا پڑیگا' یا طاقة کو باب افعال کي خاصیت سلب ماخذ پر قیاس کرنا ہوگا - کیونکہ " یطیقونہ " کے معني طاقت رکھنے کے ہیں - حالانکہ بوڑھوں کو یہ آساني اس لیے دیگئي ہے کہ وہ طاقت نہیں رکھتے -

(۳) لیکن بعض اصحاب تفسیر نے " یطیقونہ " کے بدلے " یطوقونہ " پڑھا ہے' جسکے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ بہ تکلف و بہ مشقت روزہ رکھہ سکتے ہیں اونکو فدیہ دینا چاهیے - اس بنا پر اس آیة کے تحت میں بوڑھے' ضعیف' اپاہج' حاملہ عورت' اور دودھ پلانے والي عورتیں بھي داخل ہوسکتي ہیں - چنانچہ امام سفیان توري' امام مالک' امام شافعي' اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک حاملہ اور دودھ پلانے والي عورتوں پر قضاء واجب نہیں - وہ بھي فدیہ دیسکتي ہیں (۱)

(۴) یہ آساني مسافروں اور مریضوں کے ساتھہ مخصوص ہے - مسافروں اور مریضوں کي دو قسمیں ہیں : ایک مسافر اور مریض تو وہ ہیں جو روزہ رکھنے کي بالکل طاقت نہیں رکھتے - دوسرے وہ لوگ ہیں جو طاقت تو رکھتے ہیں' مگر روزہ رکھنا اُنپر نہایت شاق گذرتا ہے - چنانچہ اللہ تعالی نے پہلے قسم کے مریضوں اور مسافروں کا حکم بتا دیا :

فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعـــدة من ایام اخر	جو لوگ مریض اور مسافر ہوں انکے لیے قضا کرنے کي دوسري مدت ہے -

لیکن وہ مریض اور مسافر رہ گئے تھے' جو بہ تکلف روزہ رکھہ سکتے تھے - چنانچہ اللہ تعالی نے انکے لیے روزہ رکھنے یا فدیہ دینے کا اختیار دیا :

فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعدة من ایام اخر - و علی الذین یطیقونہ فدیة طعـــام مسکین' فمن تطوع خیرا فہو خیر لـــہ و ان تصومـــوا خیر لکـــم ان کنتـــم تعـــلمون (۲ : ۱۱۸)	جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں سے روزے کي گنتي پوري کرلے - اور اُن بیمار اور مسافروں کیلیے جو روزے کي طاقت نہیں رکھتے' یہ حکم ہے کہ ایک محتاج کو اپنے روزے کے بدلے کھانا کھلادیں -

البتہ جوشخص اپني خوشي سے زیادہ نیکي کرنا چاہے تو یہ اوسکے لیے زیادہ بہتر ہے' اور اگر غور کرو تو روزہ رکھنا تمہارے لیے بہرحال بہتر ہے -

(قـــول مـــرجح)

اب ہمکو ان تمام اقوال میں سے قول مرجح کا انتخاب کرلینا چاهیے - یہ ظاہر ہے کہ پہلے دونوں احتمالات کیلیے نسخ لازم ہے لیکن جو لوگ قائل نسخ ہیں' اون میں بھي محققین کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید میں باشد ضرورت و باحتیاط تمام نسخ کا دعوی کرنا چاهیے - پس جب ہم واضح و بہتر تفسیر کرکے اس قسم کي احتیاط کرسکتے ہیں' تو ہمکو ان دونوں اقوال کے ماننے کي کون سي ضرورت داعیہ ہے ؟

تیسري توجیہہ اگرچہ نسخ سے خالي ہے' تاہم اوس میں بھي قرات شاذہ کا اتباع کرنا پڑتا ہے - صرف چوتھي توجیہہ البتہ نسخ و قرات شاذہ دونوں سے خالي ہے' اور آیت کے سیاق و سباق سے مناسبت بھی رکھتي ہے -

پہلے خدا نے مریضوں کا حکم بتایا ہے اوسکے بعد یہ آیت آتي ہے - پس اگر یہ ایت بھي کسي خاص قسم کے مریضوں کے ساتھہ متعلق کردي جاے' تو آیت میں نظم و ترتیب پیدا ہوجایگي' اسکے بعد اللہ تعالی فرماتا ہے : و ان تصوموا خیر لکم اگر تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت سے بوڑھے مراد نہیں لیے جاسکتے کیونکہ وہ تو سرے سے روزہ رکھنے کي طاقت هي نہیں رکھتے - انکی نسبت و ان تصوموا کہنا بالکل بے معني ہوگا -

عام خیال یہ تھا کہ اس آیت سے پہلي صورت مقصود تھي' لیکن بعد کو یہ فیاضانہ حکم فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ سے منسوخ کردیا گیا' لیکن اسي آیت کے بعد اللہ تعالی فرماتا ہے -

یرید اللہ بکـــم الیسر	خدا تمہارے لیے آساني چاهتا ہے
ولا یرید بکـــم العســـر	سختي نہیں چاهتا -

پس اگر آیت کے یہ معني مراد لیے جائیں کہ پہلے ہر شخص بجاے روزہ رکھنے کے فدیہ دیسکتا تھا اور اب نہیں دیسکتا کیونکہ اوسکو روزہ هي رکھنا چاهیے' تو یہ اس آیت کے مفہوم سے بالکل مختلف ہوگا - کیونکہ یہ تو آساني نہ ہوئي' بلکہ آساني کو سختي کے ساتھہ بدل دینا ہوا - شیخ فاني' مرضعہ' حاملہ بھي اسي چوتھے قسم میں داخل ہوسکتي ہیں - وہ درحقیقت مریض ہیں' یا کم از کم روزہ اون میں امراض کي استعداد پیدا کردیسکتا ہے -

اسلام کے روح اعتدال کے ساتھہ بھي یہي تفسیر مناسبت رکھتي ہے اسلام نہ تو اسقدر فیاض ہے کہ قوي' صحیح' تندرست' اور مقیم آدمی کو افطار کی اجازت دے' اور نہ وہ اس قدر بخیل ہے کہ ہرشخص پر بلا استثنا مشقتوں کا بوجھہ لاد دے - وہ ایک معتدل مذہب ہے' اسلیے وہ اونہي لوگوں کے ساتھہ نرمی کرتا ہے' جو اوسکے مستحق ہیں - و ان تصوموا خیر لکم کا تعلق بھی اسي قسم کے مسافروں اور مریضوں کے ساتھہ موزوں معلوم ہوتا ہے' کیونکہ وہ لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے -

(۱) ترمذي ص ۱۲۵ کتاب الصوم -

ابتداے قیام مذہب میں اگرچہ اکثر لوگوں پر مذہبی احکام کی پابندی نہایت شاق گذرتی ہے ' لیکن اس سے کوئی کلیہ قائم نہیں کیا جاسکتا ہر مذہب کی ابتدائی تاریخ اپنے ساتھہ پر جوش اور مخلص فدائیوں کی بھی ایک مختصر جماعت پیش کرسکتی ہے ' اور اسلام کے دامن کو تو ابتدا ہی سے اس زر خالص نے مالا مال کر دیا تھا - پس جب روزہ پہلے پہل فرض کیا گیا تو اللہ تعالے نے چند آسانیوں کے ساتھہ لوگوں کو اوسکی طرف مائل کیا - لیکن اکثر لوگ ایسے بھی تھے جو آسانی کے متمنی نہ تھے - وہ سختی چاہتے تھے کہ خلوص و جوش الہی کا جوہر آئینہ سے زیادہ لوہے کی تلوار میں نظر آتا ہے - انبیاء گذشتہ کا اسوہ حسنہ اونکے سامنے تھا ' وہ جوش ایثار و فدویت میں اونکی تقلید کرنا چاہتے تھے - حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے ' چنانچہ حضرۃ عبد اللہ بن عمر نے بھی دن کو متصل روزہ رکھنا ' اور رات کو متصل قیام کرنا چاہا - لیکن انحضرت کو خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا : تم میں اتنی طاقت نہیں - روزہ بھی رکھو ' افطار بھی کرو ! نماز بھی پڑھو ' اور خواب شیریں کا بھی لطف اٹھاو ! ہر مہینے میں صرف ۳ دن روزہ رکھو - نیکی کا معاوضہ دس گنا ملتا ہے اسلیے ۳ روزوں کا ثواب ۳۰ دن کے برابر ملیگا جو صوم دہر کا مقصد اصلی ہے ' مگر اونھوں نے کہا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں - اسپر آپ نے ایک دن روزہ رکھنے اور دو دن افطار کرنے کی اجازت دی - اونکو اسپر بھی تسکین نہ ہوئی تو آپ نے ایک روز کے افطار اور دوسرے دن کے روزے کا حکم دیا انھوں نے اسپر بھی ترقی کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اب اسکے بعد فضیلت کا کوئی درجہ نہیں (بخاری کتاب الصوم صفحہ ۳۷)

لیکن انبیاے گذشتہ سے زیادہ احق بالاتباع خود جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ تھا - آپ متصل روزے رکھتے تھے جسکو صوم وصال کہتے تھے - چنانچہ صحابہ نے بھی اسکی تقلید کرنی چاہی لیکن آپ نے منع فرمایا - اون لوگوں نے کہا کہ خود آپ بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں ؟ آپ نے جواب دیا کہ :

لست کاحد منکم انی — میں تملوگوں کی طرح نہیں ہوں '
اطعم و اسقی — مجھکو تو خدا کی طرف سے کھلایا پلایا جاتا ہے

لیکن جب لوگوں نے زیادہ اصرار اور غلو کیا تو آپ سخت ناراض ہوے ' اور عملاً اپنی ناراضی کا اسطرح اظہار فرمایا کہ کئی کئی رات اور کئی کئی دن کے روزے رکھنے شروع کردیے اور صحابہ نے بھی اسکی تقلید کی - اتفاق سے عید کا چاند ہوگیا ورنہ آپ کا ارادہ تھا کہ برابر روزے رکھتے ہی چلے جائیں تاکہ لوگ خود گھبراکر باز آئیں -

آپ نے اگر کسی کو صوم وصال کی اجازت بھی دی ہے تو صرف ایک شب و روز کی - اس سے زیادہ روزہ کسی کیلیے جائز نہیں رکھا -

لیکن بعض محدثین کے نزدیک سرے سے رات کو روزہ رکھا ہی نہیں جاسکتا اگر کوئی شخص رات کو بھی روزہ رکھیگا تو وہ روزہ روزہ نہ ہوگا - اللہ تعالی نے خود کہا ہے :

اتمو الصیام الی اللیل - — رات ہونے تک روزے کو ختم کردو -

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رات روزے کی انتہا ہے - اوس سے آگے تجاوز نہیں کرسکتے - (مسلم جلد - ۱ - صفحہ ۴۰۸)

ان آسانیوں کے علاوہ اور بھی متعدد آسانیاں رکھی گئیں - مثلاً یہود سحر میں کھانے سے پرہیز کرتے تھے ' لیکن آنحضرت نے سحر کو یہود اور مسلمانوں کے روزے کے درمیان مابہ الامتیاز قرار دیا - (بخاری صفحہ ۲۹)

افطار میں عجلت اور سحر میں تاخیر کرنا بھی سنت ہے - احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت کی سحری اور نماز فجر میں صرف اسقدر وقفہ ہوتا تھا کہ پچاس آیتوں کی تلاوت کرسکتے تھے - (بخاری - کتاب الصوم صفحہ ۴۰)

ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس !

جنگ یورپ کی پہلی منزل

فرانس کی شمالی سرحد

فرانس کی شمالی سرحد موجودہ جنگ کے تماشہ گاہ کا ایک اہم ترین مقام ہے - خصوصاً گذشتہ ہفتہ میں جتنے مہتم بالشان معرکے ہوے ہیں ' وہ زیادہ تر اسی حصے میں ہوے ہیں اسلیے شمالی سرحد کے بعض سیاسی ' جغرافی ' اور فوجی حالات کا اجمالی بیان دلچسپی و فوائد سے خالی نہ ہوگا

(لکسمبرگ)

یورپ کا نقشہ نکالیے اور سامنے رکھہ لیجیے ! اسمیں ایک مقام آپکو نظر آتا ہے جہاں فرانس ' جرمنی ' اور بلجیم کی سرحدیں آکر ملگئی ہیں - اس مجمع الثغور کا وہ حصہ جو جرمن شاہنشاہی میں دکھایا گیا ہے ' لکسمبرگ ہے - لکسمبرگ کا رقبہ ایک ہزار مربع میل اور اسکی آبادی ڈھائی لاکھہ ہے

یہ ریاست سنہ ۱۸۱۵ع سے سنہ ۱۸۶۶ع تک اس مشہور جرمن اتحاد میں شامل تھی جسکو " جرمانک کو انفیڈ یریشن " کہتے ہیں - اسکی محفوظ فوج جو جبل الطارق کے بعد دنیا کی قوی ترین فوج تسلیم کی جاتی تھی ' اسوقت اہل پروشیا کے ہاتھہ میں تھی - ایک بار شاہ ہالنیڈ نے (جو اسوقت لکسمبرگ کا ڈیوک تھا) اسکو فرانس کے ہاتھہ فروخت کرنا چاہا - اسپر اہل پروسیا سخت برہم ہوے - اور قریب تھا کہ جنگ ہو جاے ' مگر بعض دول کی مداخلت نے جنگ کو روکدیا اور اس نزاع کا فیصلہ ایک موتمر (کانفرنس) کے ہاتھہ میں دیدیا گیا جو لندن میں منعقد ہوئی اور بالآخر سنہ ۱۸۶۷ میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوگئے ' اس معاہدہ کا مفاد یہ تھا کہ پروشیا کی فوج فوراً قلعہ خالی کردے اور تمام قلعے مسمار کردیے جائیں - اسیکے ساتھہ دول عظمی نے اسکی ناطرفداری کی ذمہ داری بھی لیلی -

لکسمبرگ کے تخت پر بالفعل میری ایڈ لیڈ سریر آرا ہے -

ریاست کا پایہ تخت خود لکسمبرگ ہے جو ایک مختصر مگر خوشنما شہر ہے اور ایک محدب (پلیٹو) حصہ پر آباد ہے -

سنہ ۱۸۷۰ کی جنگ جرمنی و فرانس میں بھی جرمنی نے اس پر حملہ کیا تھا ' مگر اسکی سرحد جسکا طول ۱۲۰ میل ہے ' اسوقت ۴ لاکھہ ۵۰ ہزار آدمیوں کے لیے کافی تھی ' اور اس جنگ میں جرمن فوج کی مجموعی تعداد اتنی ہی تھی - لیکن ادھر عرصہ سے انگلستان اور فرانس محسوس کر رہے تھے کہ اگر اس تعداد سے دو چند یا سہ چند فوج جمع کردی گئی تو پھر ۱۲۰ میل کا کافی ہونا ناممکن ہوگا -

چنانچہ اسوقت ایسا ہی ہوا ہے - جرمنی کی اولین صف (فرسٹ لائن) نے جو ۱۵ لاکھہ آدمیوں سے مرکب ہے لکسمبرگ کی ناطرفداری کو درہم برہم کردیا ہے -

فوج کی کثرت تعداد کے علاوہ طاقت کی معنوی روح بھی

شکل متغیر ہوگئی ہے- جو جرمن فیڈریشن (اتحاد المانی) اسوقت قرار میں آیا تھا‘ وہ جرمن شاہنشاہی نہ تھی جو آج میدان جنگ میں آئی ہے

بہرحال لکسمبرگ ایک ناطرفدار ملک تھی‘ مگر جرمنی کے اسکی ناطرفداری [illegible] انگلستان کے واقع [illegible] ایک ناگزیر [illegible] ہے‘ اور [illegible] کاسی پر عتاب کا علم نصب کرنے کیلیے [illegible] ضروری تھا۔

(بلجیم)

لکسمبرگ کی ناطرفداری کی برہمزنی درحقیقت اس سفر کی اولین منزل ہے جو جرمنی کے پیش نظر ہے- اسلیے کہن سال اور انجام اندیش انگلستان کے متعلق یہ سوء ظن نہ کرنا چاہیے کہ وہ محض جوش حفظ عہد میں خانہ بر انداز ہوگیا ہے اور صرف اسلیے کہ ایک چھوٹی سی قوم پامال کی جا رہی ہے یا ایک عہد نامہ کی ترمیم ہورہی ہے‘ وہ برطانیہ کے ان فرزندوں کو جنگ کی آگ میں جھونک رہا ہے‘ جنمیں سے (بقول ٹائمز) " ایک گورے کی هڈیاں تمام سرزمین ایران کی آزادی سے زیادہ قیمتی ہیں"

انگلستان کا یہ اضطراب و هیجان اور جرمنی سے دست و گریبان ہونے کے لیے مستعدی صرف اسلیے ہے کہ لکسمبرگ کے بعد ہی بلجیم کا نمبر آیگا -

مگر آپ یہ بھی سمجھے کہ انگلستان بلجیم پر حملے کے خیال سے کیوں کانپ اٹھا ہے ؟ ذرا نقشۂ یورپ پر ایک نگاہ پھر ڈالیے - دیکھیے ! بلجیم کے ساحل سے آبنائے ڈوور اسقدر قریب ہے ؟ یہ وہی آبنائے ڈوور ہے جسکے متعلق نپولین تاسف کیا کرتا تھا کہ " اگر مجھے اس پر صرف چھہ گھنٹے کے لیے حکومت مل جاتی تو میں تمام عالم کو فتح کرلیتا" اس آبنائے سے متصل دریائے ٹیمس ہے اور اسکے سامنے ہی عظیم الشان لندن -

پس اگر جرمنی کی فوجیں بلجیم سے گذر سکیں اور آبنائے ڈوور میں اسکے بیڑے کا مقابلہ بلجیم کے بیڑے سے نہ ہو تو وہ اسقدر آسانی کے ساتھہ انگلستان کے پایہ تخت پر حملہ کرسکتا ہے ؟

بلجیم کی طرفداری و ناطرفداری کا مسئلہ آج سے نہیں بلکہ سالہا سال سے انگلستان کے لیے طمانیت سوز رہا ہے - اولا تو اسلیے کہ اگر جرمنی ایک زبردست قوت کے ساتھہ اس پر حملہ آور ہوجاے تو وہ اسکی مدافعت سے بالکل مجبور ہے - ثانیا اگر مدافعت کی طاقت پیدا کربھی لے‘ جب بھی یہ کیا ضرور ہے کہ وہ جرمنی کا مخالف ہو اور انگلستان کے دروازے کی حفاظت سے انکار نہ کرے ؟

اس واقعہ سے انگلستان اور بھی خائف و مضطرب تھا کہ ساحل انٹورپ بلجیم میں انگلستان کی جانب واقع ہے۔ بلجیم نے اسکی قلعہ بندی کی اسکیم کو بہت ہی مستعدی [illegible] شروع کردی‘ مگر " [illegible] اور " کی تحصین و استحکام میں [illegible] مستعدی دکھلائی گئی اور [illegible] جو جرمنی کی جانب کی سرحد ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اردنیس (جسکو بلجین لکسمبرگ بھی کہتے ہیں) نہایت دشوار گذار جگہ ہے‘ اور فوجی نقل و حرکت تو اسمیں قریباً ناممکن ہے - اس صورت میں بلجیم کا خط مدافعت میوز نامی مقام ہوگا جسکے پیچھے اسکی فوج ایک مناسب موقع پر جم جاسکتی ہے‘ یہاں تک کہ فرانس یا انگلستان سے (جیسا کہ اسوقت انگلستان ڈیڑھ لاکھہ فوج بھیج رہا ہے) اسکی مدد کیلیے کمک پہنچ جاے

مقام لی بھی قلعوں اور باٹریوں کے حلقہ میں ہے مگر محفوظ نہیں‘ کیونکہ جرمنی کی فوج میسٹر چٹ کے راستہ سے اندر آجا سکتی ہے -

یہ بلیجم کی فوجی اور جنگی حیثیت تھی - جغرافی حیثیت سے اسکا رقبہ ۲۹۵۰۰ کیلومیٹر ہے اور آبادی ۶۴۱۰۰۰۰ - دارالسلطنت کا نام برازیل ہے‘ اور عام ملکی زبان فرانسیسی -

بلیجم سنہ ۱۸۱۵ع سے پہلے فرانس کے ماتحت تھا‘ مگر انگلستان نے اپنی حفاظت کے خیال سے اسکو اور هوالینڈ کو فرانس کی محکومی سے آزاد کرایا - اسوقت سے وہ اپنے آپ کو انکی آزادی کا محافظ سمجھتا ہے -

(فرانسیسی سرحد)

بلجیم کے طرف جرمن پیشقدمیوں کا اصلی مقصد تو انگلستان ہے‘ لیکن دوسرا مقصد فرانس بھی ہو سکتا ہے۔ نقشے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ برلن سے پیرس تک کا سیدھا راستہ ٹھیک بلجیم میں سے ہوکے گیا ہے موجودہ فن جنگ میں سب سے بڑا حملہ آورانہ کام یہ ہے کہ پوری مستعدی کے ساتھہ ابتداء کی جاے‘ اور جلد سے جلد اور مختصر سے مختصر راستے سے ہوتے ہوے ایک ایسی فوج کے قلب میں پہنچ جاے جو ہنوز طیار نہ ہوئی ہو - اسطرح ایک ہی حملے میں تمام فوج حریف پامال ہوجائیگی -

اس لحاظ سے جرمنی کیلیے براہ بلجیم فرانس جانے کا راستہ بوجہ قرب مسافت ایک نہایت قیمتی خط جنگ ہے - اسوقت یورپ کی جنگ ایک قسم کی گھوڑ دوڑ ہے - اور تھوڑے دنوں تک یہی حالت رهیگی - اس دوڑ میں جو حریف سب سے زیادہ تیزرو ہوگا‘ وہی کامیاب جنگ جاری رکھہ سکے گا -

اهل فرانس عموما اس خیال میں تھے کہ انکی شمالی سرحد خطرہ سے محفوظ ہے - کیونکہ اولا تو السیس اور لورین میں جرمنی کیلیے ہر قسم کی مشکلات موجود ہیں - پھر بلجیم کے میوز اور لی میں اور نامور میں بھی جرمنی کے لیے سنگہاے گراں نصب کردیے ہیں -

لیکن حالات نے بہت جلد اس اعتماد کو بے بنیاد ثابت کردیا - جرمنی آج کئی سال سے میلویذمی میں سفر و حرکت کیلیے طرح طرح کی آسانیوں کا سامان کر رہا تھا اور اس درجہ مکمل و مستعد ہوچکا تھا کہ فرانس کی سرحدی مشکلات اور استحکامات اسکے سامنے کچھہ بھی مدافعت نہیں کر سکتیں

السیس اور لورین کی [illegible] قلعہ بندیوں کے حالات حال میں فرانس کے ایوان معوثین (چیمبر اف ڈپیوٹیز) میں بیان کیے گئے تھے - اگر یہ صحیح ہے کہ ان [illegible] قلعہ بندیوں کو تازہ ترین اصول پر بنانے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے تو سمجھنا چاہیے کہ انکی اہمیت زیادہ سے زیادہ دوسرے درجہ پر ہے۔ [illegible] دائمی قلعہ بندی کی اہمیت [illegible] اس حالت میں جب کہ اسکو مدد اور کمک نہ [illegible] همیشہ سے مشتبہ سمجھی گئی ہے

[illegible] یہاں تک [illegible] محفوظ سمجھے آے ہیں‘ شمالی سرحد پر [illegible] کی قلعہ بندیوں کو محض [illegible] سمجھنا چاہیے - اور کچھہ عجب نہیں کہ [illegible] اور سرعت عروج و شباب جرمنی بہت جلد [illegible] قلعہ بندیوں کی حقیقت کا تجربہ دکھلادے -

(السیس اور لورین دو فرانسیسی صوبے ہیں جن پر سنہ ۱۸۷۰ میں جرمنی نے قبضہ کرلیا تھا)

مراسلات

الاعتصاب في الاسلام

از مولانا عبد السلام ندوي

(٣)

(اسلام نے استاد و شاگرد کے تعلقات کے متعلق کیا اصول قائم کیے ہیں؟)

(تنقیح سوم)

تعلیمي اسٹرائک پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اوس سے اساتذہ کا احترام شرعي قائم نہیں رہتا لیکن ہمکو جہاں تک معلوم ہے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں بہ نص صریح استاد کا کوئي حق متعین ہي نہیں دیا گیا، بلکہ اسکے خلاف اساتذہ کو غریب الوطن طلباء کے ساتھہ مدارات و مواسات کرنے کا حکم دیا گیا ہے -

قال سیاتیکم اقوام یطلبون العلم فاذا رایتموهم فقولوا لهم مرحبا مرحبا بوصیة رسول الله صلی الله علیه وسلم و اقنوهم -

آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اچھے لوگ بغرض طلب علم آئینگے' جب اونکو دیکھو تو مرحبا مرحبا کہو' کیونکہ یہ رسول اللہ کی وصیت ہے اور اونکو تعلیم دو -

قال لنا ان الناس لکم تبع و انهم سیاتونکم من اقطار الارض یتفقهون فی الدین فاذا جاء وکم فاستوصوا بهم خیرا - (سنن ابن ماجه ص ٢٢)

آپ نے صحابہ سے فرمایا لوگ تمہارے تابع ہیں' اسلیے تمہارے پاس اطراف ملک سے مذہبي علوم سیکھنے آئینگے - جب وہ آئیں تو اون کے ساتھہ بھلائي کرو -

آنحضرت نے خود اپنے طرز عمل سے اسکي بہترین مثال قائم کردي تھي اور صحابہ نے اوسکو محفوظ رکھا تھا' اسمعیل کا بیان ہے کہ "ہم لوگ حسن کي عیادت کو گئے - جب آدمیوں کي کثرت سے گھر بھر گیا' تو انہوں نے اپنے دونوں پانوں سمیٹ لیے اور کہا کہ ہم لوگ ابو ہریرہ کي عیادت کو گئے تھے جب آدمیوں سے گھر بھر گیا تھا تو انہوں نے دونوں پانوں سمیٹ لیے تھے' اور کہا کہ ہم رسول اللہ کي خدمت میں حاضر ہوے' یہاں تک کہ گھر بھر گیا' آپ لیٹے ہوے تھے - جب ہملوگوں کو دیکھا تو دونوں پانوں سمیٹ لیے اور فرمایا کہ تمہارے پاس اچھے لوگ طلب علم کیلیے آئینگے - اونکو مرحبا کہنا' تحیت بجا لانا' اور تعلیم دینا" چنانچہ تاریخ اسلام میں جب کبھي اسکے خلاف کیا گیا ہے تو عموما شکایت پیدا ہوئي ہے اسي روایت میں اسمعیل کہتے ہیں کہ "ہم نے ایسے علماء کا زمانہ پایا ہے' جو نہ تو مرحبا کہتے ہیں' نہ تحیت بجا لاتے ہیں' نہ تعلیم دیتے ہیں' بلکہ جب ہم اونکے پاس جاتے ہیں' تو برائي کے ساتھہ پیش آتے ہیں" (١) ان روایات صحیحہ کي بنا پر اگر اس زمانہ میں طلباء کو اساتذہ سے شکایت پیدا ہو تو وہ بالکل بجا اور صحیح ہے -

طلباء و اساتذہ کے تعلقات کے متعلق سب سے اہم اور مقدم سوال جس پر تمام حقوق و اختیارات متفرع ہوتے ہیں یہ ہے کہ استاد کا حق انتخاب کسکو حاصل ہے؟ استاد کي علمي' مذہبي اور اخلاقي زندگي کا اثر براہ راست صرف طلباء هي پر پڑتا ہے' اور وهي اسکا احساس بھي کرسکتے ہیں' اس بنا پر عقلاً طلباء هي کو اونکے انتخاب کا حق حاصل ہونا چاہیے -

اسلام کے قدیم نظام تعلیم میں اسي اصول کي بنا پر استاد کا حق انتخاب' صرف طلباء کو حاصل تھا' اور اس پر تمام محدثین و فقہاء کا عمل تھا -

عن ابراهیم قال کانوا اذا اتوا الرجل لیاخذوا عنه نظروا الی صلاته و الی سمته و الی هیاته ثم یاخذون عنه

ابراهیم سے روایت ہے کہ جب لوگ کسي عالم کے پاس بغرض تحصیل علم آتے تھے تو اوسکے نماز' اوسکے طریقے' اور اوسکي وضع کو دیکھتے تھے کہ اس سے علم حاصل کریں -

عن ابي العالیه : قال کنا ناتی الرجل لناخذ عنه فننظر اذا صلی فان احسنها جلسنا الیه و قلنا هو لغیرها احسن و ان اساءها قمنا عنه و قلنا هو لغیرها اسوا -

ابو العالیه سے روایت ہے کہ جب ہم کسي عالم کے پاس بغرض تحصیل علم آتے تھے' تو جب وہ نماز پڑھتا تھا تو دیکھتے تھے' اگر وہ اچھي نماز پڑھتا تو اوسکے پاس بیٹھتے تھے کہ وہ دوسري باتوں کو بھی بہتر طریقہ سے کرتا ہوگا اور اگر نماز ٹھیک طور پر نہ پڑھتا تو اوٹھہ کھڑے ہوتے کہ وہ دوسري چیزوں کو اس سے بھي بري طور پر کریگا -

عن محمد : قال انظروا عمن تاخذون هذا الحدیث فانه دینکم - (مسند دارمی ص ٦١)

محمد سے روایت ہے کہ جس شخص سے تم لوگ روایت حدیث کرتے ہو اوسکي جانچ کرلو' کیونکہ یہ تمہارا مذہب ہے -

ان روایات سے بہ تصریح ثابت ہوتا ہے کہ استاد کے اخلاق و عادات' مذہب' وضع' غرض ہر چیز کي جانچ پڑتال کا طلباء کو حق حاصل ہے' اور اگر استاد اس معیار پر ٹھیک نہیں اوترتا تو وہ اوس سے کنارہ کشي کرسکتے ہیں' لیکن موجودہ نظام تعلیم میں یہ حق صرف منتظمہ جماعت کو حاصل ہے' اور اگر طلباء کبھي استاد کے متعلق زبان شکایت کھولتے ہیں' تو اسکو گستاخی اور بے ادبی خیال کیا جاتا ہے -

ہم کو سرکاري اسکولوں میں مداخلت کا کوئي حق حاصل نہیں' لیکن ہم قومي اور مذہبي مدارس میں اسلام کي اس قدیم خصوصیت کو قائم رکھہ سکتے ہیں' اور اسکو قائم رکھنا چاہیے -

اگرچہ قرآن مجید' احادیث صحیحہ' اور صحابہ و تابعین کے طرز عمل سے ثابت ہوگیا کہ اسلام نے استاد کا کوئي حق متعین نہیں کیا' لیکن ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ اسلام نے استاد کے حقوق کي تعیین کردي ہے' اونکے ادب و احترام کو واجب کردیا ہے' لیکن سوال یہ ہے کہ کیا استاد کي شکایت کرنا یا اون سے علحدگی اختیار کرلینا اس ادب و احترام کے منافي ہے؟ اسلام نے امام مسجد کو مقتدیوں سے افضل تسلیم کیا ہے' اور اونکے اقتداء کو واجب کردیا ہے -

قال رسول الله صلعم یوم القوم اقرا هم لکتاب الله و اقدمهم قراءة فان کانوا فی القراءة سواء

آنحضرت نے فرمایا کہ قوم کي امامت وہ شخص کرے' جو قرآن کا سب سے زیادہ قاري ہو اور قرات میں ممتاز ہو - پھر اگر سب کے سب قراءة میں ...

---

(١) سنن ابن ماجه ص ٢٢ کتاب العلم -

فلقوموهم اقدمهم هجرة فان كانوا في الهجرة سواء فليومهم اكبرهم سنا (سنن ابو داؤد صفحه ۷۵)

میں تو وہ شخص امامت کرے جس نے سب سے پہلے هجرت کی هو' اگر سب کے سب هجرت میں بهی برابر هوں تو وہ شخص امامت کرے' جو سن میں سب سے بڑا هو

اگر استاد کے ادب و احترام کو قطعی الثبوت تسلیم کرلیا جائے' تو اسکو مختلف حیثیتوں سے امام کے ساتھہ مشابہت هوسکتی هے' اس بنا پر عهد نبوت میں صحابه کا جو طرز عمل امام کے متعلق رها هوگا' وہ امام کے ادب و احترام کے منافی نہ هوگا' اسلیے طلباء بهی اساتذہ کے معاملات میں اسی طرز عمل کی تقلید کرسکتے هیں' اور اسکو گستاخی یا بے ادبی پر محمول نہیں کیا جاسکتا -

عهد نبوت میں امام کے متعلق صحابه کا جو طرز عمل تها اوس پر صحیح بخاری کی ایک روایت سے کافی روشنی پڑسکتی هے -

قال رجل یا رسول الله انی لا تأخر عن الصلوة فی الفجر مما یطیل بنا فلان فیها فغضب رسول الله صلعم ما رایته غضب فی موضع کان اشد غضبا منه یومئذ - ثم قال یا ایها الناس ان منکم منفرین فمن ام الناس فلیتجوز فان خلفه الضعیف و الکبیر و ذالحاجة (بخاری جلد اول مطبوعہ - مصر ص - ۹۰)

ایک شخص نے کہا یا رسول الله میں نماز فجر میں اسلیے دیر کرکے شریک هوتا هوں کہ فلاں امام نماز کو بہت طول دیتا هے آپ اسقدر غصہ هوے کہ کبهی کسی موقع پر اس قدر برهم نہ هوے تهے پهر آپ نے فرمایا: لوگو ! بعض لوگ تم میں سے لوگوں کو بهگاتے هیں' جو شخص امامت کرے وہ تخفیف کرے کیونکہ اوسکے پیچهے ضعیف' بڈهے' اور اهل حاجت بهی هوتے هیں -

یہ شکایت مجمع عام میں کیگئی' اور کسی نے اسکو ادب و احترام کے منافی نہیں سمجها' اور خود رسول الله نے امام هی کو تنبیه کی -

لیکن هم استاد و امام کی مشابہت کو بهی ناقص فرض کرلیتے هیں' اور استاد کو ایک ایسی ذات سے تشبیه دیتے هیں جسکو شریعت نے اس قدر واجب التعظیم تسلیم کیا هے کہ خدا کے بعد اوسکی پرستش کی جاسکتی هے

لو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجهن لما جعل الله لهم علیهن من الحق (ابو داؤد جلد ۱ - ص ۲۷۳)

اگر میں کسیکو سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوهروں کو سجدہ کریں' کیونکہ خدا نے مردوں کا عورتوں پر حق رکها هے

لیکن بحث یہ هے کہ عورت اسی واجب التعظیم شخص کی شکایت کرسکتی هے یا نہیں ؟ اور اگر کرسکتی هے تو شکایت کا طریقه کیا هوسکتا هے ؟ روایات صحیحه سے ثابت هوتا هے کہ عورت مرد کی جائز شکایت کرسکتی هے اور بالکل ایسی طریقه سے کرسکتی هے جو اسٹرائک سے مشابہت رکهتا هے' سنن ابو داؤد میں هے (جلد اول - ص - ۲۷۳)

قال رسول الله صلعم لا تضربوا اماء الله فجاء عمر الی رسول الله صلعم فقال ذئرن النساء علی ازواجهن فرخص فی ضربهن فاطاف بآل رسول الله صلعم نساء کثیر یشکون ازواجهن - فقال النبی صلعم لقد طاف بآل محمد نساء کثیر یشکون ازواجهن لیس اولئک بخیارکم

آنحضرت نے فرمایا کہ خدا کی لونڈیوں کو نہ مارو' حضرت عمر آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اس حکم سے عورتیں دلیر هوگئیں تو آپ نے مارنے کی اجازت دی' اسکے بعد آنحضرت کے گهر پر بکثرت عورتیں اپنے شوهروں کی شکایت لیکر آنے لگیں' تو آنحضرت نے فرمایا کہ بکثرت عورتیں اپنے شوهروں کی شکایت لیکر آتی هیں' ایسے شوهر صالح آدمی نہیں هیں

اس روایت میں عورتوں نے مجموعی طور پر شکایت کی هے' اور آنحضرت نے عورتوں هی کے حق کا لحاظ رکها هے - اس کے پہلے جزو پر طلباء مذهبی حیثیت سے عمل کرسکتے هیں' دوسرے جزو پر عمل کرنا منتظمین مدارس کو اختیار هے

لیکن هم اسپر بهی قناعت نہیں کرتے' هم استاد کا وهی حق اور وهی درجه تسلیم کرتے هیں' جو باپ کو بیٹے پر حاصل هے - هم بچوں میں طالب العلم کا وهی پست درجه فرض کرتے هیں جو اولاد اناث کو اولاد ذکور کے مقابله میں حاصل هے -

لیکن گفتگو یہ هے کہ اولاد باپ سے اپنے جائز حقوق کا مطالبه کرسکتی هے یا نہیں ؟ احادیث صحیحه سے ثابت هوتا هے کہ اولاد باپ سے اپنے حقوق کا مطالبه کرسکتی هے اور دلیرانه کرسکتی هے - سنن نسائی میں هے (جلد - ۲ - ص - ۲۲)

عن عائشة (رض) ان فتاة دخلت علیها فقالت ان ابی زوجنی ابن اخیه لیرفع بی خسیسته و انا کارهة ' قالت اجلسی حتی یاتی النبی (صلعم) فجاء رسول الله صلعم فاخبرته فارسل الی ابیها فدعاه فجعل الامر الیها فقالت یا رسول الله قد اجزت ما صنع ابی و لکن اردت ان اعلم ان للنساء من الامر شی - (۱)

حضرت عائشه (رض) سے روایت هے کہ ایک نوجوان عورت اونکے پاس آئی' اور کہا کہ میرے باپ نے اپنے بهتیجے سے میرا نکاح کردیا هے کہ وہ میری وجه سے معزز هوجائے' مگر میں اوسکو پسند نہیں کرتی' حضرت عائشه نے کہا: رسول الله کے آنے کا انتظار کرو- آپ آئے تو اوس نے واقعه بیان کیا - آپ نے اوسکے باپ کو بلا بهیجا' اور اوس عورت کو نکاح کا اختیار دیدیا - اوس نے کہا کہ یا رسول الله میں اپنے باپ کے فعل کو جائز رکهتی هوں' لیکن میں صرف یہ معلوم کرنا چاهتی تهی کہ عورت کو بهی معاملات میں کچهه اختیار هے یا نہیں ؟

ان روایات کی مجموعی ترتیب سے حسب ذیل نتائج مستنبط هوتے هیں :

(۱) اسلام نے استاد کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا' اسلیے اسٹرائک پر اسکا کوئی اثر نہیں پڑتا

(۲) استاد پر طلبا کے حقوق اسلام نے تسلیم کیے هیں -

(۳) اگر استاد کے ادب و حقوق تسلیم بهی کرلیے جائیں' تو ان کی شکایت اور ان سے علحدگی ان ادب و حقوق کو پامال نہیں کرتی

(۴) استاد کی شکایت بطریقه مجمع عام میں کی جاسکتی هے -

(۵) ان تمام نتائج کی مجموعی ترتیب سے وهی نتیجه پیدا هوگا جسکو اسٹرائک کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا هے - اس بنا پر استاد کی عدم وقعت' استاد کا ادب' استاد کا حق اسٹرائک کے منافی نہیں هے (۲)

---

(۱) لیکن جو لوگ اس تعلیم کی موافقت کے ساتھہ صاحب اولاد کنبه بهی هیں' وہ نتیجه کی اسٹرائک سے زیادہ تلخی کی اسٹرائک سے اور تلخی کی اسٹرائک سے زیادہ مایوسی کی اسٹرائک سے گهبراتے هیں

(۲) لیکن هم تعلیمی اسٹرائک کو صرف قیاس سے ثابت کرنا نہیں چاهتے' بلکه اس مضمون کے پانچویں نمبر میں تاریخ اسلام سے اسکی متعدد مثالیں دینگے -